

عقیدہ

فکر و عمل

(دُعا و مہج)

== از ==

محمد امیر امام حسن

علم

تمهید

عقید محمد علی امام
علیه السلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ہر عصر میں اور ہر سرزمین پر ہر قوم میں اور ہر ملک میں مفکرین اور
مرشدین کا فلوں ہوا۔ عصر جدا تھے اور زبانیں مختلف تھیں، طرز فکر منفرد اور
محیط مخصوص تھا۔ لیکن سب نظریں اصول اخلاق میں متحد نظر آتی ہیں یعنی
عدالت و اخوت بشریہ جو اصل اخلاق ہے ہر ایک کے پیغام میں موجود ہو۔
یہی وہ وسعت نظر ہے جو عظمت کا جزو لاینفک ہے، بلکہ یہی وسعت نظر
عظمت ہے۔

اگر ان مفکرین اور مرشدین کے ملنے والے جزئی اختلافات کو بہ نظر
اہمیت دیکھیں تو آزاد خیالوں کو اس سے غرض نہیں اور نہ وہ اس پہلو سے دلچسپی
رہکتے ہیں۔ ہر بادی کا محیط جدا تھا لہذا فرعی اختلافات کا ہونا باعث استعجاب

۶
نہیں ہے۔ جو امر اہم ہے وہ یہ ہے کہ اصول اخلاق میں اتحاد ہے۔

علاوہ ازیں ہادیان بشر کے پیغام سچا لبت حقیقی نہ رہ سکے، مرد و زبان اور
انسان کے خطا و نسیان نے ان میں تغیرات پیدا کر دیئے۔
کون کونہ سکتا ہے کہ سدھا زنا گو تہا کا ایسا مفکر اپنے ماننے والوں کے افعال
سیئہ سے راضی ہو سکتا ہے۔

آیا عیسیٰ بن مریم اپنے تابعین کی خانہ جنگیوں اور عالمی حروب سے
راضی ہو سکتے ہیں۔ گو کہ ایک وہ بھی دور گزر چکا ہے جب روح الشر کے ماننے
والے فرق مختلفہ ایک دوسرے کے خون کے پیلے رہتے تھے۔ انہوں نے کہ
روح الشر کے انسانی پیغام کو نوع بشر نے نہ سمجھا وہ نہ اس قدر قتل و خون کی
ذمیت نہ آتی۔

محض یہی نہیں کہ بعد والوں نے اس مجسمہ انسانیت کو بخوبی نہ پہچانا بلکہ
اس کے معاصرین نے اس نفس زکیہ کی قدسہ جانی اور اس کے ارشادات اور
ہدایات کے عوض میں اسے نہایت ہی بے رحمی سے قتل کر دیا۔

چوں مسمیٰ نئی کشتی دستر اطا حکیم
ذہبت بشاسی نہ بھوج اے دنیا (شہر یاقبر نری)

۷
تا بجز ادب معاصر جبران خلیل جبران نے اس نفس زکیہ کی تعریف و
توصیف ان جامع الفاظ میں کی ہے۔

”لم یجئ یسوع لیعلم الناس ببناء الکنائس الشاہقہ
والمعابد الضخمۃ فی الجوار الاکواخ الحقیرۃ والمنازل
الیارۃ المظلمہ بل جاء لیجعل قلب الانسان ہیکلًا
ونفسہ مذبحًا وعقلہ کاهنًا۔“

”لم یخف یسوع مضطہد یدہ ولم یخش اعداءہ ولم
یتوجع امام قاتلیہ بل کان حرا علی رؤوس الاشهاد
جریثا امام الظلم والاستبداد یری الشور الکریمۃ فی بیضہا
ولیسع الشر متکلمًا فخرسہ ویلتقی الریاء فی صرعہ۔“

”عیسیٰ اس لیے نہیں آئے کہ لوگوں کو تاجیز مجید پٹوں اور سردار ملک
گھروں کے حمار میں بند کھیے اور بڑے بڑے معابد بنانا سکھائیں، بلکہ
اس لیے تاکہ آدمی کے دل کو عبادت گاہ اور اس کے نفس کو قربان گاہ
اور اس کی عقل کو بشیر و نذیر بنادیں۔“

”عیسیٰ نے نہ تو اپنے آزاد رسالوں سے غوث کیا اور نہ اپنے

دشمنوں سے کبھی ہراس کیا اور نہ کبھی اپنے قاتلوں کے مقابلے میں اذیت سے تاثر ظاہر کیا۔ بلکہ وہ علناً آزاد تھے۔ ظلم و استبداد کے مقابلے میں جوری تھے۔ وہ بدی اس طرح قطع کر ڈالتے تھے جس طرح بدناموں کو کاٹ ڈالا جاتا ہے۔ وہ جب بھی بدی کو گویا پاتے تو اسے گنگ کر دیتے اور جب بھی کبھی ریاء کو پا جاتے تو اسے مار گراتے۔“

ایا محمد بن عبداللہ اپنی ملت کی تباہ کن سیاست اور قہری اور ظلم و ستم و غارت سے راضی ہو سکتے تھے۔ جو ان کی آنکھ بند ہوتے ہی نام نہاد مسلمانوں نے شروع کر دی تھیں، آیا وہ رحمۃ للعالمین جو بحالت انتظار کبھی کسی قسم کا حربہ یا اسلحہ استعمال کرنے سے اجتناب کرتا اور اس کشادہ و تشدد کو پسند کر سکتا تھا جو اس کے نام نہاد متبعین نے اسلام کی ترویج کے بہانے اس کی آنکھ بند ہوتے ہی شروع کر دی، وہ نبی کریم کبھی ان افعالِ سیئہ سے راضی نہیں ہو سکتا ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ علی بن ابیطالب نے اپنے رسول کے پیغام کو کما حقہ سمجھا اور اس عادل و کریم ہستی نے اپنے دورِ خلافت میں اس سیاست کا خاتمہ کر دیا جو اسلام کی تبلیغ و ترویج کے بہانے ممالک فتح کرنے اور

۹ مالِ غنیمت جمع کرنے کی غرض سے شروع کی گئی تھی۔ اس شجاع شخصیت نے ہر موقع پر دفاع کے سلسلے میں جنگ کی ورنہ ہمیشہ اپنی زندگی عدالت قائم کرنے میں صرف کی۔

علی بن ابی طالب کی شخصیت بارزہ کے متعلق برٹنڈیل فلسفی عصرِ حدیث حسب ذیل رائے پیش کرتا ہے۔

“Ali went down before the politicians who only rallied round the Prophet after his success”.

(The Theory and Practice of Bolshevism: pp. 74-75, Chapter VIII International Policy Bertrand Russell).

(ترجمہ) ”علی ان سیاسی زعماء کے مقابلے میں ناکام رہے جو محض رسول کی کامیابی کے بعد رسول کے ساتھ ہوئے تھے۔“

جبران خلیل جبران اس جلیل القدر ہستی کے متعلق یہ اظہارِ خیال کرتا ہے:-

”فی عقیدی ان ابن ابی طالب کان اول عربی لازم

الروح الکلیہ وجاورھا وسامرھا وھو اول عربی تناولت

شفقہ صدی اغانیہا علی مسمع قوم لم یسمعوا بها من

ذی قبل فتاھوا بین مناہج بلاغۃ وظلمات ماضیم فمن
 اعجب بھا کان اعجابہ موثوقا بالفطرۃ ومن خاصہ کان
 من ابناء الجاہلیہ مات علی بن ابی طالب شہید عظمتہ
 مات والصلاۃ بین شغیہ مات وفی قلبہ الشوق الی
 ربہ ولم یعرف العرب حقیقۃ مقامہ ومقدارہ حتی قام
 من جیرافہم العرس اناس یدرکون الفارق بین
 الجواہر والخصی مات قبل ان یبلغ العالم رسالۃ کاملہ
 وافیہ غیر اننی اتمثلہ متسا قبل ان یغض عینہ عن ہذہ
 الارض مات شأن جمیع الانبیاء الی اصرین الذین یاءتوں
 الی بلد لیس ببلدہم والی قوم لیس بقومہم وفی زمن
 لیس یزمنہم ولکن لربک شاء نافی ذلک وهو اعلم۔“
 ”میرے عقیدے میں علی بن ابی طالب پہلے عرب ہیں جو ”روح کل“
 کے ہمیشہ ساتھ رہے۔ اور اس کے ہم جواد اور اس سے ہم کلام ہے
 اور وہ پہلے عرب ہیں جن کے لبوں نے اس کے نعروں کو حاصل کر کے
 اس قوم کو سنا یا جس نے اس کے قبل کبھی انھیں نہ سنا تھا۔ پس

ان نعمات کو سننے کے بعد وہ آپ کی بلاغت کی راہوں اور اپنی گزشتہ
 تاریکیوں کے درمیان متحیر ہو کر سرگشتہ رہی۔ پس جس کو اس
 سے استعجاب ہوا اس کا استعجاب ایک فطری امر تھا۔ لیکن جس نے
 آپ سے دشمنی کی وہ حقیقتاً زمان جاہلیت کا مثل تھا۔ عسلی بن
 ابی طالب کی موت اُن کی عظمت کی گواہ ہے۔ وہ اپنی عظمت
 کے شہید ہو کر دنیا سے اُٹھے۔ آپ کی موت اس حالت میں آئی
 کہ جب آپ کے لبوں پر ذکرِ رب تھا۔ جب آپ کے دل میں پندگ
 کا اشتیاق تھا۔ عرب آپ کی منزلت کی حقیقت نہ سمجھے، اور نہ
 آپ کی فات کی قدر و قیمت سمجھے، یہاں تک کہ ان کے فارس
 کے ہمایوں میں سے ایسے لوگ پیدا ہوئے جو جواہرِ سنگریزوں
 میں فرق کر سکے۔ علی اُس دنیا سے رحلت کر گئے۔ قبل اس کے کہ
 ان کا پیغامِ عالم کو پورے طور سے پہنچے یہ سخت مصائبِ ضرور
 تھے۔ پھر بھی میں علی کا تصور کرتا ہوں تو میری نظر میں ان کی وہ کراتی
 ہوئی صورت پھر جاتی ہو جب وہ اپنی آنکھیں اس دنیا سے بند کر رہے
 تھے۔ علی کی موت اُن انبیاءِ عارفین کی موت کی ایسی تھی جو ایسے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دُمُوعٌ وَمُهْجٌ

فصل اول

①
 نہاں سحابِ شیت میں تھی بہارِ وجود
 گواہ صفتِ صانع ہے خارِ خارِ وجود
 فوائے رازِ سناتا ہے تارِ تارِ وجود
 بھڑک رہی ہے خلائِ عدم میں نارِ وجود
 عجیب باعثِ حیرت چمن ہے ہستی کا
 علامتِ قدرت چمن ہے ہستی کا

خبر اور ایسی قوم اور ایسے زمانے میں آئے جو نہ ان کا شہر تھا اور نہ
 ان کی قوم تھی اور نہ ان کا زمانہ تھا۔ لیکن یہ امور الہی ہیں اور

وہی اعلم ہے۔

ان ہستیوں کو گزرے ہوئے زمانہ ہوا۔ لیکن جب تک دنیا میں ایسے
 چند لوگ بھی موجود ہیں جو ان کے اخلاق و احکام سے متاثر ہونے کی صلاحیت
 رکھتے ہیں اُس وقت تک انسان کو اصولِ عدالت اور اخوت سے مایوس
 نہ ہونا چاہیے۔

محمد امیر امام بحر

بغداد - عراق

رمضان ۱۳۷۲ھ مطابق مئی ۱۹۵۵ء

۲

محیط دہریں ہر شے ز باطن ظاہر خود اپنے نفس کے ایجاد سے تو ہو قاصر
حدوث کیسے ہوا عالم وجود کا پھر اُبھ کے رہ گیا خود اپنے دام میں منکر
نہ ایک قول بھی لمحہ کا دل نشیں پایا
خود اپنے آپ کو غافل سمجھ نہیں پایا

۳

مثال نورِ بصیر کو نظر سے ہے مستور علامتوں سے ہر خالق کی دو جہاں معور
قرب تر رگ جہاں سے گمانِ وہم بڑے دُر کریم و خجّ و جلیل و علیم و ربّ غفور
قرب بھی ہو ہر اک چیز سے بعید بھی ہے
شریک بھی ہو ہر اک شے کا ادھر حید بھی ہے

۱۲

قدیم و سرمد و یکتا و لایزال ہے وہ حکیم مطلق و خلاق ذواجلال ہو وہ
یہ کیا کہا کہ فقط وہم اور خیال ہو وہ سمجھ میں آ نہیں سکتا کہ بے مثال ہو وہ
شعور و ہوش میں جو نقش بھی ابھرتا ہو
خیال و وہم میں امثال پیش کرتا ہو

۵

خود اپنی ذات کی تنہا دلیل جو ہو وہ رہا وہ جس کی شانِ تنزہ نبی ہو حدِ ادب
وجودِ عالم اسباب کا وہی ہو سبب حدودِ وسعتِ ادراک میں وہ آیا کہ
بے بیچ و دام خرد کنہ ابدہ افتاد است
”نہ ہر چہ رنگِ تعلق پذیر و آزاد است“

۶

عجب جلال ہو کیا حُسن بے نیازی ہو جہاں کی چارہ گری بند گانِ نوازی ہو
عجیب شان سے عالم کی کار سازی ہو یگانہ طور و طریق چمن طسریٰ زادی ہو
طبیعتِ دو جہاں میں اصول مخفی ہیں
ہر ایک دانے میں پھل اور پھول مخفی ہیں

۷

عروق دہریں فطرت کا زور ہو ساری ہر ایک چیز ہو آپ اپنے پنج پر جاری
مزاجِ خلق ہو خود شانِ قدسِ باری دلِ وجود پر عالم ہو وجد کا طاری
نفس میں جسم کے ہو جاں کو آرزو اسکی
تڑپ کے قلب بھی کرتا ہے جستجو اسکی

۸ وہ جسکی ذات سے وابستہ ہو نظام حیات یقین جبر کا بتاتا ہو خیر و شر کے نکات
 مآلِ ظلم دکھا کر سکھا دیے خنات جو وہ نہیں ہو تو بے معنی ہو حیات دکھاتا
 ”جہان دکا پر جہاں سرسبز اگر باد است
 چرا ز بادِ مکافات داد و بیداد است“

۹ خدا سے پھر گئی دُنیا عجیب طور ہوا زمین اور ہوئی آسمان اول ہوا
 بنی اُمیہ کے ہاتھوں جو ظلم و جور ہوا جہاں میں پھر اسی رسم ستم کا دور ہوا
 خدا سے عادل و قہار کا یعتیں نہ رہا
 بدی و خوبی کردار کا یعتیں نہ رہا

۱۰ اس اس خلق پہ ایسی کبھی نہ ضرب لگی یقین حق کی جو زنجیر ادب کی ضامن تھی
 ہوئی شکستہ الگ ہو گئی کڑی سے کڑی درندگی ہو یہ ہم جس کو سمجھے آزادی
 نہ عشقِ حق ہو نہ ہمدردی بشر باقی
 نہ عدل و داد نہ تفریقِ خیر و شر باقی

۱۱ کسی کے دل میں تھی جس طرح حرصِ دولت جہاں میں پھر صنمِ مال کی پرستش ہے
 کہیں ہو چنگِ ربابِ کباب سا غروے کہیں ہو خونِ جگر اور آہ و نالہ کی لئے
 دلِ فقیر کو ہے ٹوٹنے کی آزادی
 اور اہلِ زر کو ملی ٹوٹنے کی آزادی

۱۲ ہمیں ہو آج یہ دھوکا کہ ہو بشرِ آزاد زور و دم کا جہاں میں ہو دورِ استبداد
 طمع کی تیغ کو سوتے ہوئے کھڑا ہو فساد جو حریت کی طلب ہو اُسے کرو بر باد
 رہے قیودِ عدالت میں پائے آزادی
 نہ ہو بہانہ ظلم انتہائے آزادی

۱۳ طمع ہو مال کی اور ایک دوسرے سے عناد کوئی بنا ہو جو قاروں تو کوئی ہو شدا
 کیا ہو حرص نے معیارِ خیر و شر بر باد بے عیش و نوش بکو شدید ہر چہ بادا باد
 نہ صرف دور ہے دُنیا میں مادیت کا
 جہاں سے اٹھ گیا احساسِ آدمیت کا

۱۳

زمانہ فرق بھی اب حسن و قبح سیرت کا
چڑھا ہوا ہر اک سمت فسق کا دریا
کہیں ہو ظلم و ستم اور کہیں ہو جور و جفا
نشاط و عیش میں ڈبے ہیں ہم بھی نہ رہا
غریب موجبہ سے ہو ہر اک سفینہ دل
ہو بڑھ کے سنگ سے بھی سخت بگینہ دل

۱۵

نہیں ہو آج ہی عالم میں دستبرد
رسول اٹھے جو دنیا سے دیں ہوا برباد
گئی زمانے سے انسانیت کی باد مراد
وہ عدل ہی نہ رہا جس گھا جہاں باد
حقوق لے کے غریبوں کے یوں ہ پھول گئے
رسول حق نے دیا تھا جو درس بھول گئے

۱۶

شعار خلق و عدالت جو تھا نبی کا شعار
اسے تو ترک کیا اور کھینچ لی تلوار
بنا درست نہیں کیوں نہ کج ہوئی یوار
بگڑ چکی تھی اسی وقت دین کی رِقار
رسول اٹھ چکے تھے عدل اک فسانہ تھا
برائے جلب زر اسلام کا بہانہ تھا

۱۷

علیؑ کے دل سے تو پوچھو یہ درد پہنانی
جو تھا رسولؐ کے ہمراہ دین کا بانی
وہ جس نے کی تھیں فقر و کی مشکلیں پانی
مُنافقوں میں گھرا تھا وہ شیر ربانی
وہ ظلم و جور کے سیلاب اور وہ تنہائی
وہ حرص و زور کے گرداب اور وہ تنہائی

۱۸

بجز حسینؑ و حسنؑ اور بتولؑ عرش و قار
بہت ہی کم تھے خدا کے ولی کے یاد و یاد
فدا تھے حضرت سلمانؑ و بذر و عمارؑ
پسیر تھے شاہ کے مقداد و میثم و تار
تھے گو کہ اشجع و اعلیٰ و سرفروش یہ سب
مگر جو صبر کا تھا حکم تھے خموش یہ سب

۱۹

تھا جب خلاف پیام رسولؐ اک عالم
بجز خدیجہؓ و حیدرؓ نہ تھا کوئی ہمد
علیؑ نے بڑھ کے اٹھایا تھا دین کا پرچم
انہیں کے دم سے ہوئی تھی اس میں حق محکم
پسرنی کی بنے سیف و الجلال بنے
خلوص و عزم میں اپنی ہی خود مثال بنے

۲۰

کہا نبیؐ نے وصی دعوتِ عشیرہ میں مجالِ شک نہیں مفہوم لفظ مولیٰ میں
تھے جتنے واسطے ہارونؑ اور موسیٰؑ میں وہی ہیں اپنے نبیؐ اور شاہِ والا میں
طلب کیا تھا جو قرطاس اور قلم کیا تھا
خدا ہی جانے کہ مقدرِ شبہ اُمم کیا تھا

۲۱

کیا رسولؐ نے ترکِ وطن جو بہرِ خدا بنایا مکہ میں حیدرؑ کو جانشین اپنا
امینِ حق کی امانت کا وہ امین ہوا نبیؐ کے فرشِ پتھروں کے سائے میں سویا
اک اک شریہ کا زہرہ جو آب ہوتا تھا
تھے فرشِ خواب پہ حیدرؑ کہ شیر سوتا تھا

۲۲

چلی جو بدرِ واحد میں وہ تیغ کس کی تھی بروزِ تیرہِ احزاب صفت پہ صفتِ الٰہی
قدم نے کس کے ہلادی اساسِ خیر کی یس جبری نے ہم تھی جین کی سر کی
ہر ایک غزوہ میں تنہا سیتز کی کس نے
بپا مصاف میں اک رستخیز کی کس نے

۲۳

وہی علیؑ کہ یزیدؑ جس کو کہتے ہیں بہادرانِ جہاں شاہ جس کو کہتے ہیں
خود انبیاءِ خضر راہ جس کو کہتے ہیں نصیری آج تک لشکر جس کو کہتے ہیں
وصی رسولؐ کا گر ہو کوئی تو ایسا ہو
وہ جس کی ذات پہ سب کو خدا کا دھوکا ہو

۲۴

مقابلے میں علیؑ کے نہ غمیرہ کو لاؤ ذرا علاج کرو اپنی عھتل کا جاؤ
خود اپنے آپ کو تارِ پنج پڑھ کے سمجھاؤ ذرا تو غیر مذاہب کے آگے شرماؤ
طلب تھی مال کی اسلام اک بہانہ تھا
وہ بیتِ مال نہ تھا دزد کا خزانہ تھا

۲۵

ہر ایک غزوے سے دیکھو گریز کس نے کی جبل کی چوٹیوں پر حبش و خیز کس نے کی
بشر کے حلق پہ شمشیر کس نے کی خود اپنے دین سے چھپ کر ستیز کس نے کی
جہاں میں ظلم و ستم کس نے آشکار کیا
جبینِ سادہؑ کس کو لکھ : ار کیا

(۲۶)

دفاعِ صدق کجا حملہٴ شرار کجا صفائے قلب کجا حقد کا غبار کجا
سرِ عدل کجا ظلم کا خمساں کجا خدا کا نور کجا اور سقر کی نار کجا
صحابِ جود کجا خانماں خراب کجا
”بہیں تفادیت رہ از کجاست تا بہ کجا“

(۲۷)

جہادِ صبر و شجاعت کا نام ہے لوگو جہادِ عدل و مروت کا نام ہے لوگو
جہادِ جود و سخاوت کا نام ہے لوگو جہادِ سیرت و بہت کا نام ہے لوگو
جہادِ نام نہیں شاہی و امیری کا
جہادِ نام نہیں حرص و ملک گیری کا

(۲۸)

جہاد کرتا ہے خود اپنے نفس سے یوں جہاد کرتا ہو اخلاقِ بد سے رات اور دن
مجاہد اس کو کہو ہو جو حشوق کا محسن جو ہو جہان میں عدل و امان کا ضامن
جہادِ نام ہے اس جہادِ ہدِ پیسہ کا
جو کام ہے دلِ مردانِ خلقِ محکم کا

(۲۹)

نہ یہ کہ ہو یوں مال کا بہانہ جہاد بھرے زرو گھر و سیم سے خزانہ جہاد
یہ کام تو ہو فقط دُزد و شوم کا نہ ہوا ہو خلقِ بد کے لیے حق کا تازیانہ جہاد
سوا دُشمن سے لڑو یہ جہاد ہے سمجھو
علاوہ اسکے جو ہو سب فساد ہے سمجھو

(۳۰)

نبیؐ کے عہد میں جنگیں ہوئیں برائے دفاع غرض نہ جنگ سے تھی اور کچھ سوائے دفاع
گھرا ہوا تھا مدینہ بنا تھا جائے دفاع سمجھ میں کیا مٹھاری یہ ماجرائے دفاع
ہو فکر و وہم سے بالا جہاد کی قیمت
مجاہدوں کا لہو تھا جہاد کی قیمت

(۳۱)

وہ گرم موت کا بازار اور وہ طغیانی کہ جس کے سامنے ٹھہرے نہ عزمِ انسانی
وہ شورِ حرب وہ جانوں کی اس میں زانی علیؑ کی تیغ تھی میزانِ عدلِ ربانی
بڑے بڑوں کے قدم جمہ کے نہ میاں میں
علیؑ کے پاؤں تھے کوہِ ثباتِ طوفان میں

(۳۲)

ہو مہر گوئے علی ابن عبدود کی بہن کیا تھا بھائی کو گو قتل تھا مگر روشن
کہ قتل جس نے کیا ہے مروت اس کا چلن تمام اسلحہ یوں ہی تھے اس کے زیب تن
قدیم رسم کو جانا تھا تنگ مولانے
خدا کے واسطے کی تھی یہ جنگ مولانے

(۳۳)

وہ فتح مکہ میں کفار پر عطاے نبی وہ شان مصطفویٰ اور عبد تضرعی
رہی نیام میں شمشیر ہر سپاہی کی تھے ہر دشمن دیں ابروؤں کے بل کافی
جلال حق تھا ہویدا علی کی صورت میں
عیان تھی برق غضب یا کہ ابرہہ حمت میں

(۳۴)

یہ کس کے پاؤں ہر دوش مصطفیٰ پہونچے وہاں جو عرش سے تبتے میں ہو سوا پہونچے
سوائے نفس نبی اور کوئی کیا پہونچے جہاں علی ولی شاہ لافتی پہونچے
یہ کس کی شان میں بلع کا حکم آیا ہے
نبی نے تمام کے بازو کئے اٹھایا ہے

(۳۵)

وہ حکم بھول گئے جو غدر رسم میں ملا وہ درس کیا تھا جو اگلتے سنگم میں ملا
نہ ایک صاحب عدل وفا بھی تم میں ملا تمہارا ذکر ہے قول عیٰ رسم میں ملا
اٹھائے رنج تھا ہے لیے وطن چھوڑا
اسی رسول کو بے گور بے کفن چھوڑا

(۳۶)

فقط رسول کو تم نے نہ بے کفن چھوڑا اسی کے عہد میں حکم خدا سے منہ موڑا
ہزار مرتبہ پیاں وفا کا ہے توڑا ذخیرہ نذر کا کیا اور دین کو گورڈا
ہر ایک بات سے مرسل کی انحراف کیا
تھیں نے جیش سامہ سے اختلاف کیا

(۳۷)

کلام مرسل حق اور اُسے کہیں ہدیٰ ان اسی زبان سے سنتے تھے ات دن قرآن
اسی کا قول تھا در شقائق کا دریاں انھیں لبوں نے تو نجی تھی جسم مرہ کو جلا
خلوص دُنیا سے اٹھا غرض نے عود کیا
طیب روح گیا اور مرض نے عود کیا

۳۸

وہ مکر و زور و نزاع و نفاق وہ چالیں ہریک کی ہی خواہش کہ ہم ہی سب پالیں
خدا کے دین کو سانچے میں اس طرح ڈھالیں حقوق جتنے بشر کے ہیں سب کھالیں
و قار کچھ نہ رہا منصب خلیفہ میں
بنا خراب ہوئی دین کی سقیفہ میں

۳۹

لگا دیا دلِ مسلم کو نہ بے غارت میں خیال اُس کا ہوا محو مال و دولت میں
شعور غرق ہوا ایسا جاہ و سطوت میں کہ جس نے فرق کیا مسلکِ اخوت میں
بدل یا ہو جو یوں مذہبِ مبینِ نبی
جہاں کو ہو یہی دھوکا کہ ہو یہ دینِ نبی

۴۰

نبیؐ نے کی تھی تو تبلیغِ خلقِ عظم سے نہ نوکِ نیزہ و شمشیر تیز کے دم سے
علیؑ کے دل میں جو تھا درد تو اسی غم سے ٹپک رہا تھا لہو دل کا چشمِ پر غم سے
دفاع اور برحق کی ہجوم و حملہ نہیں
اُحد کی جنگ جد ہے یہ قادیہ نہیں

۴۱

وہ مالک بن نویرہ کا قتل اور وہ ستم وہ اُس کی زد و جہر پہ ظلم و تعدیِ ظلم
عجب ہو دیدہ انسانیت نہ ہو گم گم شکن پڑی نہ جبین پر نہ ابروؤں پر خم
نہ اُس پہ حد ہوئی جاری نہ کچھ سوال ہوا
شعابِ دین کے محافظ یہ بس کمال ہوا

۴۲

ہوئے جو قتلِ مسلمان تو دورِ اول میں بشر کا خون تھا ارزاں تو دورِ اول میں
مٹے رسولؐ کے فرماں تو دورِ اول میں نبیؐ کی قبر تھی لرزاں تو دورِ اول میں
سے علیؑ ولیؑ نے جو رنج و غم معلوم
ہوئے رسولؐ کی بیٹی پہ جو ستم معلوم

۴۳

اَلَمْ وہ باپ کی فرقت کا اور وہ غم کا ہجوم نبیؐ کے ترکے سے بھی فاطمہؑ ہیں محروم
جلانے آیا تھا بیتِ نبیؐ جو دشمنِ شوم ادبِ رسولؐ کا تھا اسکے قلب میں معذم
اسی کو کہتے ہیں کیا پاس شانِ پیغمبرؐ
وہ تازیانہ وہ بازوئے جانِ پیغمبرؐ

(۲۴)

وہ رسیان میں ہو ہو گلوئے شیر خدا وہ بیکسی تبول اور وہ ظلم و جور و جفا
وہ تازیانے کی جان رسول کو ایذا نثار بابے دینا وہ ہائے پسو کا
ہی عوض تھا مگر شاہ دیں کے احسان کا
ہی وقار تھا کیا خاتم رسولان کا

(۲۵)

وہ خاموشی سے مصائب کا دل پر نہ جانا وہ خون دل کا کبھی آنسوؤں میں بہہ جانا
ترکے آہ کبھی سوئے قبر شہ جانا ہجوم غم جو ہوا یوں ہی گھٹکے رہ جانا
جگر کے داغ نہ شکوں سے دھوئیں زہرا
کبھی نہ باپ کو جی بھر کے روئیں زہرا

(۲۶)

وہ زندگانی زہرا کے آخری آلام وہ بے زری میں سخاوت فاقے صبح و شام
سم زدوں پر بخشش و ہات دن اکرام سوائے شکر خدا اور نہ لب پہ کوئی کلام
کبھی نہ پھر دل مضطر کو یوں ہوا صدمہ
علی کے قلب سے پوچھو نہ راق کا صدمہ

(۲۷)

اٹھا تھارات میں تابوت خاصہ باری ہوئی بلند نہ آواز گریہ و زاری
سیاہ پوش تھا عالم سکوت تھا طاری تھا محو صدمہ و اندوہ چرخ نگاری
فلک پہ ماہ و کوکب خاموش تھے غم سے
تمام روئے زمیں نرم تھی اشک شبنم سے

(۲۸)

ہو آج بھی وہی بے چارگی شان وقار نہ کوئی شمع ہو تربت پر اور نہ لوح مزار
سکوت چھایا ہو راتیں میں غم سے تیرہ تار گردلوں کے ہیں پڑنے اب بھی اس پہ نثار
نشان قبر مٹانے سے ان کے کیا مٹتے
دلوں پہ نقش جو ابھرے تھے وہ بھلا مٹتے

(۲۹)

ہو آج بھی وہی دنیا میں اضطدادے حر نہیں کہیں بھی زمانے میں عدل و دادے حر
رسول حق کی ہے تعلیم نامراد اے حر بھڑک رہی ہو ابھی آتش فسادے حر
زمانہ ڈھونڈھ رہا ہے کسی سیما کو
حیات عدل سے بننے جو ساری دنیا کو

(۵۰)

کہاں ہو نور نگاہ نبی و بہت نبی کہاں ہو دارت عدل و سخاے مرتضوی
 جہاں تو ظلم سے اب پڑے یا علی ولی کہاں ہو حامل شمشیر برق زائے علی
 ”زمانہ بر سر خنک است یا علی مددے
 مدد ز غیر تو ننگ است یا علی مددے“

فصل دوم

(۵۱)

فروغ صدق سے اسے طبع صوفیاں پھر ہو رموز فطرت عالم کی راز داں پھر ہو
 مثال موجب تسنیم ہاں رواں پھر ہو کمال افج میں ہم دوش کہکشاں پھر ہو
 درائے کاہکشاں کچھ نہیں جو زد میں نہیں
 کوئی جہاں نہیں جو خرد کی حد میں نہیں

(۵۲)

خود اس کے علم سے برتر ہو اسکی ہر جہت ہو اپنی قدرت جوت پر آپ اسے حیرت
 نہ ہو ضیا میں یہ سرعت نہ برق میں صفت جہاں کی وسعت بے حد میں نہیں وسعت
 درائے نقطہ مہموم میں دقیق ایسی
 فرد ہو دہر کی گہرائی میں عمیق ایسی

(۵۳)

تمام عالم امکان کا اسفل و اعلیٰ ہے اس کی گہرائی رفتار سے تہ و بالا
 کبھی ہو قلب میں فزے کے ایک حشر پیا جہاں لا یتناہی کو گاہ گھیر لیا
 ہوا تیرا رنہ عالم نور دیوں سے اسے
 بلا جو عہد علم تو آوارہ گردیوں سے اسے

(۵۴)

اسی سے وہم و ضلالت کے پھوٹتے ہیں حجاب اسی کے شک سے کھلے ہیں یقین علم کے باب
 منور اس سے ہوئی بو علی کے دل کی کتاب اسی سے فکر اسطو میں تھا غضب کا شباب
 اسی کا حکمت لقمان میں ظہور ہوا
 اسی کا دانش سقراط میں وفور ہوا

(۵۵)

اسی نے شک بھی سکھایا یقین بھی بخشا اسی نے دیر و حرم میں کیلے حشر بپا
اسی سے دیں منزل اس سے کفر فنا اسی سے تنگدہ و ہم میں ہے ہنگامہ
اسی کی وجہ سے ہو ذوق جستجو باقی
اسی سے علم و عمل کی ہو آبر و باقی

(۵۶)

ہو اس میں شک کی بھی گنجائش اور یقین کی بھی اسی ہو وجہ ترقی بھی علم و دانش کی
اسی سے قلب کے گوشوں میں دھنسی پھیلی ہوئے اسی سے رموز ضمیر سب پہ چلی
کھلے جو نفس کے عقدے تو اسکے ناخن سے
کمال علم ہوا عقل کے تعاون سے

(۵۷)

تقصبات نے ادیان کو کیا فاسد رہی ہمیشہ انھیں بحث و فحش علم سے ضد
خرد ہو برق صفت اور وہ رہے جامد مزاج اس کا ہو آتش کا اور وہ راکھ
یا انتقاد کی طالب اس سے مخالفت میں
یہ تجربوں کی موافق ہے وہ مخالفت میں

(۵۸)

نئے طریق کی ہو اس کی جادہ پیمائی انوکھی چال نے خود راہ اس کو بتلائی
روش خود اس کی اسے سوئے راہ حق لائی بھٹک بھٹک کے راہ است کی طرف آئی
شریک حق جو ہوئی تو ر لائی عالم میں
جدا ہوئی تو بلا بن کے چھائی عالم میں

(۵۹)

جہاں کے واسطے آفت ہو گمراہی اسکی ہزار بار بشر نے جھٹاسی اس کی
اگر نظر نہ سوئے راہ حق رہی اس کی فنا کرے گی اسے آپ آگئی اس کی
یہ باد فتنہ جو شعلہ کو یوں ہوا دے گی
تو گھر کی آگ ہی اس گھر کو بس جلا دے گی

(۶۰)

خرد ہمیشہ نئی رہ تلاش کرتی ہے تمام مغرضوں کے راز فاش کرتی ہے
عوض اصول و طریق معاش کرتی ہے جہاں کہنے کو یہ پاش پاش کرتی ہے
سریر شاہوں کے زیر و زبر کیے اس نے
ہزار تنگدہ سے مسما کر دیے اس نے

(۶۱)

اسی نے جو روتشہ دل کے تھوڑے اسی نے ہم پرستی کے راستے چھوڑے
 اسی نے دہر میں تاج کے ہیں رخ موڑے اسی نے بت بھی تراشے اسی نے بت توڑے
 بشر کو درس دیا فن آوری اس نے
 بتوں کو توڑ کے کی ہے پیری اس نے

(۶۲)

جہاں میں جلوہ سبر کوہ طور اس نے کیا دل مسخ میں حق کا وفور اس نے کیا
 نبی کے قول سے عالم میں نور اس نے کیا جدار کعبہ ہوئی شوق ظہور اس نے کیا
 وہ جن کو زعم خدائی کا تھا لگے بنے
 اشارہ اس نے کیا سر جھکا دیے سب نے

(۶۳)

اُلٹ رہی تھی تاج کے ورق پر ورق بلا حرم الہی میں اس کو مرکز حق
 وہ برق عشق وہ نور حقیقت مطلق گداز ہونے سے دیوار کعبہ ہو گئی شوق
 وفائے عشق بنی مے سرم بنائیشہ
 شراب تند تھی ایسی درک گیا شیشہ

(۶۴)

ازل سے ہوں میں اسی نور حق کا پردانہ حدیث بزم ہو میرے ہی دل کا افانہ
 حرم کعبہ ہے یا عشق کا ہے سینانہ مے وفا سے ہو لبریز دل کا پیانہ
 مجھے وہ بادۂ عشق وفا پلا ساقی
 ہر ایک قطرہ ہو جس کا جہاں نما ساقی

(۶۵)

وہ نے جو نور خرد سے ہو مثل مدون جہان عشق سے ہو جان تن میں بق فلک
 ہے جس کے رنگ میں ڈوبا ہوا وفا کا چین ہو جس کے فیض سے پُر ابر جود کا دامن
 اسی سے بحر شجاعت ہو موج بن ساقی
 اسی کا زور حق آئیں ہو بت شکن ساقی

(۶۶)

دفا کے خون کی گردش رگوں میں تیز ہو پھر تیش سے دل کی بیا ایک رستخیز ہے پھر
 سوا و ظلم سے حق مائل ستیز ہے پھر حسام عدل اندھیرے میں برق نیر ہو پھر
 وہ بحر عشق کی موجوں میں جوش پیدا ہے
 ہر ایک موج کے دامن میں ایک دریا ہے

۶۷
 یہ بحرِ عشق ہو دریاۓ بے کراں لے دل رموزِ سکے دلوں سے ہے نہاں لے دل
 بلا اگر تو ملائیں یہی نشاں لے دل اسی کے ابرنے کی شرح داستان لے دل
 لہو شہید وفا کا یہ رنگ لایا ہے
 زمیں پہ گل تو فلک پر شفق ہویدا ہے

۶۸
 بتا رہا ہو ہمیں یہ شفق کا آئینہ درونِ قطرہ باراں یہ رنگ کیسا تھا
 بلا سجا کے خوں گشتہ دل سے اس کا پتہ ہو بحرِ عشق کی موجوں میں گنگ غن وفا
 رہیں شورِ طوفانِ ابتلا ہے شہید
 خود اپنے خوں کی موجوں میں پیرتا ہو شہید

۶۹
 سرِ شکِ یزدِ اہل صفا ہے خونِ شہید برائے صدق و عدالت بہا ہو خونِ شہید
 صدق ہو حق گہرے بہا ہو خونِ شہید جہاں میں قیمتِ عشق وفا ہو خونِ شہید
 در وفا کے لیے وجہ آبرو ہے یہی
 ریاضِ عشقِ حقیقی کا رنگ بڑے یہی

۷۰
 ہو چائے سجدہٴ احرار استانہٴ عشق وفا کے خون سے رنگیں ہو افراۓ عشق
 فروغِ داغ جگر ہو چراغِ خانہٴ عشق سنو ذرا دل پر درد سے ترانہٴ عشق
 ”گریزِ داغ صفت ماہر کہ مردِ غوغا نیت
 کے کہ کشتہ نہ شہد از قبیلہٴ مانیت“
 ہجیا *

۷۱
 یہ آستانہٴ عشق و وفا ہے منزلِ حق یہی ہو درگاہِ حقیقتِ مطلق
 اسی سے کون و مکاں کا وجود ہو طلق اسی سے بزمِ دو عالم نے پائی ہو فلق
 ہو چاہے وہ تو نہی بزمِ بہت و ببرد بنے
 بنے وجودِ عدم اور عدم وجود بنے

۷۲
 کریم و عادل و رحمن و چارہ ساز ہو وہ فرازِ عرش ہو پست اور سرفراز ہے وہ
 مکیں ہو دل میں مگر آشنائے راز ہو وہ عبادتوں سے دو عالم کی بے نیاز ہو وہ
 بُری نیت ہو کہ اچھی سب اس پہ ظاہر ہے
 کسی کا قلب ہو مومن کسی کا کافر ہے

(۴۳)

نماز و روزہ و بیع و حج و استغفار نعوذ باللہ سے کب یہ سب ہوئے درکار
کبان کے ترک سے ہوتا ہو وہ غنی بنے رضا ہو اسکی کہ مخلوق کو نہ دو آزار
نہ اپنے نفس پہ اس نور کا قیاس کرو
ذرا حلاوت حق کا لحاظ د پاس کرو

(۴۴)

خلوص عشق الہی ہے بس مراد نماز گداز و رقت قلب بشر ہو صوم کا راز
زکوٰۃ و خمس تساوی رسم نماز و نیاز ہمارے پئے صدق کو شش جانباز
وفا و ہمت و عدل و داد کو سمجھو
نکل کے وہم سے اصل مراد کو سمجھو

(۴۵)

عبادت اس کی نہ کہ بہر جلب و تصور جو خوب نام سے کی بندگی تو دل بے نور
ہے اپنے فعل کا محتار تو نہیں مجبور سمجھ میں آئے نہ تیری تو ہو سمجھ کا فتور
خلوص اگر نہیں دل میں غرض کو دور کرو
علاج نفس کرو و اور مرض کو دور کرو

(۴۶)

ابھ کے رہ گیا دل تیرا بیچ کا کل میں شور و ہوش ہوئے عرق ساغر دل میں
یہی ہو سہی تیری جا رہ نکال میں ہو جو خواب تری فکر دامن گل میں
امید و بیم میں سود و زیاں کی رہتا ہو
ترا خیال بھی موجوں میں مے کی بہتا ہو

(۴۷)

سمجھ کہ اجر ہے نیکی کا خود ہی نیکی جزائے عشق حقیقی ہے درد و سوز دلی
معاوضہ عمل خیر کا جو ہے تو یہی کہ گاہ می شوی مسموم و گہ شہید شوی
بہر عشق بہ امید عیش و نوش میا
اگر نبودہ جانباز و سرفروش میا

(۴۸)

محفل طرب عیش و افساط نہیں ہو جائے سجدہ عشق و رضا یہاں کی زمین
وفا کے خون سے ہو جائے سجدیاں رنگیں جھکی ہو درگہ خالق میں اک شکستہ جبین
سنو تو ساز غم و سوز جاں گسل کی صدا
ہو شور و فزنت و زبانی شکست دل کی صدا

(۷۹)

جو اوج عدل پہ بند قطب وہ دل جو راہ حق میں مصائب بہا کیا وہ دل
جو دوسروں کی نصیبت پہ ودیا وہ دل ہجوم غم میں جو تھا دل کا آسروہ دل
فقر کو نہ کبھی حاجت سوال ہوئی
بغیر مانگے عطا سب پہ حسبِ حال ہوئی

(۸۰)

وہ دل جو قبلہ اہل رہ صواب بنا وہ دل جو کعبہ مقصود شیخ و شاب بنا
وہ دل جو حکمت عرفان کی کتاب بنا وہ دل جو اوج ہدایت کا آفتاب بنا
رگوں میں جسکی رواں خون عزم و ہمت ہو
پیش میں جسکی ہتیا خدا کی قدرت ہو

(۸۱)

امید عدل مسادا جاوداں دل ہے کریم دل ہو سخی دل ہو دلتاں دل ہے
شجاع دل ہو جری دل ہو پرواں دل ہے شجاع حق و عدالت کا پاساں دل ہے
جہاں خلق و مروت ہو بو تراب کا دل
بنایا ہے نورِ حقیقی سے اس جناب کا دل

(۸۲)

چراغِ راہِ عدالت ہو نقشِ پائے علیؑ ہو دریں خلق و مواسات باجرائے علیؑ
وفا کا آئینہ ہو قلب باصفائے علیؑ رضائے حق بھی ہی ہو جو ہو رضائے علیؑ
جہاں خلق میں قلب ابو تراب بنا
محیطِ نورِ حقیقی میں آفتاب بنا

(۸۳)

جہاں عدل کا دلی صفی خدا کا ولی شجاعِ خلق کا وارث رسولِ حق کا وصی
علیؑ عالیٰ اعلیٰ، سخی، کریم، جری شجاعِ دہرِ رحیم اہل صدق کا حامی
مثالِ راستی اب تک علیؑ کی سیرت ہو
عملِ جوان کا ہو حق کی وہی مشیت ہو

(۸۴)

انہیں کے ہاتھ میں حق دین حق کی تدبیریں سواِ ظلم میں حکمیں انہیں کی شمشیریں
انہیں نے توڑ دیں جو روحِ جفا کی زنجیریں عیاں ہیں سیرتِ بوزد میں ان کی تاثیریں
حجاز و شام میں لڑاں تھے اہل شران سے
منافقین عرب کے ٹھکے تھے سران سے

(۸۵)

اُصولِ عدل سے اہل نفاق یوں بڑے دُور
بیاض دُیس پہ چڑھا رنگ قیصر و فقہور
شیوخ قوم ہوئے نشہ غرور میں چور
زمانہ ہوش مساوات کا نہ حق کا شعور
حقوقِ ناس سے وہ عسکری نظام بنا
ہر ایک فرد بشر مال کا غلام بنا

(۸۶)

زہِ غنیمتِ غارت سے پڑ تھا بیت المال
بچا رہی تھی ہوس چارہ سمٹال کا جال
فسادِ سیرتِ مسلم تھا مجمع کا وبال
زوال کو تھا کمال اور کمال کو تھا زوال
شعابِ سلم و انوث زمانہ کھونے لگا
جو مال خلق تھا فوجوں پہ صحر ہونے لگا

(۸۷)

جلا وطن ہوا کوئی کوئی ہوا مسموم
کوئی قاتل جفا تھا تو کوئی تھا مظلوم
مچی تھی شور بگیر و زن کی شام میں ہوم
حجاز میں بھی لٹیروں کا چارہ ہوتا ہوم
نبیؐ کے بعد ہی کچھ ایسا انقلاب ہوا
زمانہ پھر سے خلافتِ وہ صواب ہوا

(۸۸)

قلوب پھر گئے یوں منقلب زمانہ ہوا
خدا کا دین چپا دل کا ایک بہانہ ہوا
شعابِ عدل بھی بھولا ہوا فسانہ ہوا
کلام حق جو سنا دل کو تانا بیا نہ ہوا
گمراہِ صدق کی پہلی وہ منزلت نہ رہی
نبیؐ کے عہد میں جو تھی وہ منزلت نہ رہی

(۸۹)

علیؑ اور ان کے رفیقوں کا اب سنو مذکور
ہر ایک ان میں تھا قلن جھا کٹا اور صبور
سختی، شجاع، عینی، مستقل، کریم، شکور
دنی و عالم و عادل، رحیم اور غفور
ہر اک نے کی پئے کسبِ حلال مزدوری
انھیں سے پہونچی سجدِ کمال مزدوری

(۹۰)

اساں جو رہا تھی تھیں ان کی تقریریں
بہر غرور جھکا تھی تھیں ان کی تقریریں
نوبہِ عدل سنا تھی تھیں ان کی تقریریں
منافقوں کو نہ بھاتی تھیں ان کی تقریریں
فضا میں گونج رہی تھیں صدائیں شیروں کی
دلوں پہ دھاک تھی بیٹھی ہوئی دلیروں کی

(۹۱)

نہ کوئی پیر و صادق تھا دین کا آزاد ہر اک تھا ان میں میں جہاد و استبداد
بلال و حجر و عدی وکیل ابن زیاد جناب بوزر و سلمان و میثم و مقداد
عقیل و مالک و عمار جہاں نثار علی
محمد ابن ابی بکر و دستار علی

(۹۲)

تھے قید سخت میں سب کھان شہر دیار نہ اپنے شہر سے ہٹتا تھا کوئی بھی نہ ہمار
بغیر اذن حکومت تھا ہر عمل و شوار عیاں تھے جو ر و تشد کے ہر طرف آثار
گھٹائیں ظلم و شقاوت کی چھائی جاتی تھیں
ہو کی ندیاں ہر سو بہائی جاتی تھیں

(۹۳)

کسی کو دہا پہ کھینچا کوئی ہوا متعبد ہوئی کسی کو اندھیرے قفس میں قید شدید
میان جنگ ہوا کوئی راہ حق میں شہید کسی کو زہر سے مارا بطرز خدع جدید
کسی کی مجمع جہاں میں اہانت کی
کسی کے حق میں خفا میں بڑی خیانت کی

(۹۴)

کلام حق سے عجب مٹے بنائے گئے جو تھے غرض کے مطابق خیال لائے گئے
کچھ آزمائے گئے اور پھر مٹائے گئے حدیث دین میں سخن زور کے ملک گئے
بہت سے نسخے جلائے گئے تھے قرآن کے
غرض مرام مقاصد ہوئے مسلمان کے

(۹۵)

تھا قول و فعل یہ مردان حق کے وہ غن بنا تھا صوبت زندلیں ہر ایک کا مکن
یہی تھی سعی بھلا دیں سول حق کا چلن و غاد مکر تھا پہونچا ہوا بہ منزل فن
حصول ملک کی خاطر ردا و فساد ہوا
ہوا و حرص و ہوس کے لیے جہاد ہوا

(۹۶)

اس امتحان میں تہنا تھے خاص گمان خدا ہر اک عمل سے نمایاں تھی جنکے شان خدا
امام ان کا تھا دست خدا زبان خدا ہوا نصیریوں کو آپ پر گمان خدا
سوا و ظلم میں نور خدا علی تھے علی
صراط عدل کے بس نہما علی تھے علی

(۹۷)

شعارِ عدل سکھاتی تھی ان کی مزدوری تصورِ جور کے ڈھاتی تھی ان کی مزدوری
 ہر شکوہ جھکاتی تھی ان کی مزدوری حریفِ مزدور کو نہ بھاتی تھی ان کی مزدوری
 ادھر تلاش تھی ثروت کی اس طرف حق تھا
 انھیں کی ضرب سے سینہ نفاق کا شق تھا

(۹۸)

انھیں کے ہاتھوں سے ہوتی تھیں کھیتیاں سیرِ ریاضِ عدل مسادہ انھیں سے تھے شاد آ
 نفاقِ مزدور کے لئے وہ کے پھوٹتے تھے حباب شعارِ جور و تشدد تھا گویا نقشِ بر آب
 شیوخِ قوم کی ثروت جو تھی حلال نہ تھی
 نقابِ بے کی خود ان کو کبھی محال نہ تھی

(۹۹)

تصورِ جور سے ٹکرا رہا تھا بھر کرم نفاقِ دجس کے گھر ڈھا رہا تھا بھر کرم
 سحابِ بن کے کہیں چھا رہا تھا بھر کرم حقوقِ خلق کے پہنچا رہا تھا بھر کرم
 پھری جو موجِ عطا ساحلوں سے ٹکرا کر
 پلٹ گئی وہاں منہ موتیوں کا برساکر

(۱۰۰)

جہاں میں چار سو چھاپا تھا یہ سحابِ بطیر تھے بامراد اسی فتنے اور دلیگیر
 مگر اوس میں نہ تھا کوئی ظلم بے پیر نہاں تھی ابر کے امن میں برقی کی شیر
 منافقوں کے دلوں میں اسی سے کینے تھے
 سقر کی ناز سے گویا بھرے وہ سینے تھے

(۱۰۱)

چھپے ہوئے تھے پس سورا اور حصارِ شقی تھے پاسبانِ ہراکِ قصر کے ہزار شقی
 کہیں نہ جاتے تھے بے پیادہ و سوارِ شقی خیالِ موت کرتے تھے بار بار شقی
 ہوس میں زندگی سکونِ غنیمت کھوتا ہے
 ہراس ہوتا ہے جب دل میں چور ہوتا ہے

(۱۰۲)

غلط ہو قصہ اجماعِ زور سرتا پا نظر کے سامنے ہے واقعہ سقیفہ کا
 نزاعِ باہمی سے ایک شور برپا تھا پھر اس کے بعد کوئی انتخاب بھی نہ ہوا
 حصولِ بیعتِ باطل پر جسبہ و قہر ہوئی
 برائے ملتِ مرسل یہ بات نہ ہر ہوئی

(۱۰۳)

بہ جبر ماننا ہے اور انتخاب ہے اور ہے اور راہ تشدد رہ صواب ہو اور
 بلائے سیل جہاں رحمت سبحان ہو اور ہے اور شعلہ کی نو نور آفتاب ہو اور
 دلیل بغض نہ تھیں گم تو اور پھر کیا تھیں
 شکست شرط عدالت شریعت شوری تھیں

(۱۰۴)

سریر ملک پس نے بٹھا دیا ان کو حجاز و شام کا مالک بنا دیا ان کو
 طریقہ جور کا کس نے سکھا دیا ان کو سمجھ کے ان کے مقاصد بڑھا دیا ان کو
 زباں پہ عدل کا دعویٰ تھا تیغ ہاتھ میں تھی
 یہاں جہاں گئے کثرت سے فوج ساتھ میں تھی

(۱۰۵)

صفات حبیب ہوں خلیفہ کے قہر اور غلبہ نہ جائے مشورہ ہو اور نہ رائے کی ہو جگہ
 جفا و جور کا اجماع سے ہے کیا رشتہ ہے مستبد کی حکومت ستم سے وابستہ
 کیے جو اس نے ستم سب اسے روا سمجھے
 جو راست گو تھا اسے لائق سزا سمجھے

(۱۰۶)

وہ کون بو ذر صادق صحابی مرسل اصول عدل کی حجت تھا جن جی کا عمل
 شکن جبین کی بنی سیف انتقام کا پھیل منافقوں میں اسی سے بپا تھی اک ٹھیل
 تھے گو فقیر دلوں پر انھیں کی شاہی تھی
 لسان صدق میں سب توت الہی تھی

(۱۰۷)

نئے جو عدل و مواسات و راستی کے سخن بشر نے یاد کیا پھر رسول حق کا چلن
 صد کسی کی بنی دہری کی جبین کی شکن زمانہ چیخ اٹھا سحر سامری بشکن
 کلام صدق سے پیدا وہ اضطراب ہوا
 ڈری حکومت باطل کہ انفتاب ہوا

(۱۰۸)

پرس کی ہو علامت شعار استبداد مال نشہ زر ہے خم سار استبداد
 شکست ظلم ہے خود کار و بار استبداد جلا تو خاک ہوا خود شرار استبداد
 چراغ عدل بجھایا تو کچھ بچا نہ سکے
 لگی وہ آگ جسے پھر شقی بجھانہ سکے

(۱۰۹)

کسے ہے شبہ ابوذر کے عزم و ہمت میں مجالِ شک نہیں غمِ غمِ دیں کی جرأت میں
بتا کے فرق چلی ظلم اور عدالت میں اٹھا جہان سے وہ بیکسی و غربت میں
اسی سے شور تھا برپا ہر ایک محفل میں
سما گئی تھی جو آواز پر دہ دل میں

فصل سوم

(۱۱۰)

جب انتقام کی موجوں میں تیج و تاب آیا دبا نہ جو سے پھر جو وہ انقلاب آیا
جو نورِ عدل و کرم تھا وہ آفتاب آیا سواِ ظلم مٹا عہدِ بو تراب آیا
”تارہ بدرخشید و صد بر مجلس شد“
دلِ رمیدہ مارا انیس و مونس شد“

(۱۱۱)

جہاں میں حسرت پر درد گار آتی ہے ریاضِ دین میں نویدِ بہار آتی ہے
ہوائے دامنِ دلدل سوار آتی ہے شمیمِ روضہ حق بار بار آتی ہے
حیاتِ تازہ محیطِ فضا میں پھیلی ہے
کسی نے پھر سے دو عالم کو زندگی دی ہے

(۱۱۲)

قدمِ شاہ کا مژدہ نسیم لے کے چلی نود کا زورِ جہناں کی شمیم لے کے چلی
سحابِ جود کا فیضِ عمیم لے کے چلی جہاں کو سوئے رہِ ستقیم لے کے چلی
بحارِ عدل کا دنیا میں فیضِ عام ہوا
نزدِ دلِ رحمتِ باری کا اہتمام ہوا

(۱۱۳)

متاعِ خاک و گل ابرِ تارہ بار میں ہو نود کا زورِ مہیا رگ بہار میں ہو
حیاتِ کون و مکان کیفِ انتظار میں ہو گھٹا اٹھی ہے زمانہ بڑے خار میں ہو
جو وجہ رونقِ آفاق ہے وہ شو برے
شرابِ بحر سے اٹھے فلک سے مٹو برے

(۱۱۴)

ہو طاہر اور مطہر صفات ہو وہ شراب جو روح انس و حیات نبات ہو وہ شراب
 وہ جسکی موجوں میں جوش جتا ہو وہ شراب جو وجہ زندگی کائنات ہو وہ شراب
 شمیم اسی کی سبی ہے مشام فطرت میں
 اسی کا جوش ہو سارا دل طبیعت میں

(۱۱۵)

جہاں میں لطف کرم تیرا عام ہو ساقی کریم تو ہو عطا تیرا کام ہے ساقی
 نزول رحمت حق صبح و شام ہو ساقی برائے خلق یہ سب اہتمام ہے ساقی
 کوئی مقام یہاں وجہ عار و ننگ نہیں
 یہ زہم ہے ہو یہاں فرق دین و رنگ نہیں

(۱۱۶)

ہر ایک ہادی برحق ضائع حق سمجھا کسی نے خلق میں اصلاً کبھی نہ فرق کیا
 بشر کو درس دیا عدل اور اخوت کا یہ دین سب ہوئے یکساں اہول پر برپا
 پیام ایک ہو گو مختلف زمانے ہیں
 سب ایک نور حقیقی کے اتلانے ہیں

(۱۱۷)

کسی نے پا کے غم و اتبلا میں راہ رضا طلب میں منزل عرفاں کی تحت چھوڑ دیا
 کسی کے دل میں ہدایت کا نور یوں چمکا ثبوت حق کے لیے مسکرا کے زہر سپا
 کسی کا صدق زمانہ کو ناپسند ہوا
 صلیب پر بعد آلام وہ بلب ہوا

(۱۱۸)

کسی نے ہم وطنوں کا شدید ظلم سہا جگہ کے زخم سے سہ رہ کے خون قلب بہا
 ستم ستم یہ سہے پھر بھی حرف راست کہا ہجوم غم میں بھی راہِ ضلّے حق پہ لہا
 جہاں میں راہِ اسلام یوں بلب کیا
 فرغ صدق سے نور ہدی دو چند کیا

(۱۱۹)

قتیل ظلم ہوا کوئی حق سیر خوشنود وہ قولِ فرزتِ ربّی وہ غرقِ خونِ ابرو
 شفق نہیں یہ ہو محراب پر اسی کا لہو تارے بن کے چلتے ہیں ہر کے آنسو
 فضائے جاں میں صدائے وفا سوائے ہے
 کسی کے سجدہ آخر کی یاد آئی ہے

(۱۲۰)

رہ و فاد مودت کا رہنا ہو شہید صراطِ عدل و اخوت کا مقصد ہو شہید
 ستم رسیدہ خلائی کا آسرا ہو شہید ہر ایک دور رسالت کی انتہا ہو شہید
 بشر کے قلب سے تفریق اسی نے زائل کی
 محیط دہر میں پھیلی ہیں وسعتیں دل کی

(۱۲۱)

خود اپنے آپ پہ نوع بشر نے کی بیدار قصبات سے ہوتا رہا جہاں برباد
 غبارِ بغض مٹاتا ہو رسمِ عدل و داد قیودِ ملت دیں میں نہیں دل آزاد
 رکاوٹ پاکے اسے اور جوش آتا ہو
 حدودِ تنگ میں دریا کہیں سماتا ہو

(۱۲۲)

شفق کے رنگ میں کہتی ہو خون کی تحریک پیام ہو شہدا کا جہاں میں عالم گیر
 حدودِ ملت مذہب ہیں حق نہیں ہو اسیر ضمیر و فکر میں ہو اس کے سوز کی تاثیر
 اسی سے فز فگن ہر ماہِ واخسہم ہیں
 فضائے عشق میں عالم کی وسعتیں گم ہیں

(۱۲۳)

قصبات سے ہو مسلک شہید ہی بتائے اس نے جہاں کو نکاتِ دیدہ دی
 وفاد صدق و مواساتِ عدل چاہو گری محبتِ ہمہ خلق و اخوتِ بشری
 ضمیر و دل سے عبادِ عناد پاک ہوا
 حجاب دیدہ ادراک چاک چاک ہوا

(۱۲۴)

یہ تنگنائے مذاہب یہ تنگنائے ملل بغضِ متحد و عناد اور یہ مکروہ و زور و غل
 یہ تفرقہ یہ تنازع یہ جنگ ادیبِ عدل خیال و فکر کے اُلجھاؤ کا ہوا کجنگل
 خود اپنے دل سے لڑو نفس سے جہاد کرو
 پیام کیا تھا شہیدوں کا پھر سے یاد کرو

(۱۲۵)

متاعِ علم و ذکاوت بشر کی ہو قیمت خلوصِ صدق و عدالت بشر کی ہو قیمت
 سخا و رحم و مروت بشر کی ہو قیمت وفاد صبر و شجاعت بشر کی ہو قیمت
 ہر ایک لڑائی برحق یہی بتا کے اٹھا
 قصبات اور اوہام کو مٹا کے اٹھا

(۱۲۶)

زمانہ ظلم و ستم سے ہوا ہے پھر لبریز غبارِ بغض سے ہو پھر ہوا فساد انگیز
بشر کے خلق پہ شمشیر کیس ہوئی پھر تیز زمیں ہو شعلہ نشاں اور ہو فلک غمِ نیر
اس ابتلا میں جو دل اشکِ غم بہاتا ہو
کسی شہید کا پیغام یاد آتا ہو

(۱۲۷)

وہ جسکے علم سے سوزِ عناد سرد ہوا وہ جس کے صبر سے خود زنگِ ظلم زرد ہوا
فساد و جور سے جب عازمِ نبرد ہوا وہ جسکے عزم سے گرد و نِفتل گرد ہوا
وہ جس نے رہمِ حفا و ستم مٹا ڈالی
وہ جس کے خلق نے اخلاق کی بنا ڈالی

(۱۲۸)

نصبات سے دل کو کیا رہا جس نے ہر ایک دین کے حق کو کیا ادا جس نے
بغیر فرقِ مل سب پہ کی عطا جس نے جہاں پہ کھول دیا بابِ عدل کا جس نے
سخا و عدل و مروت تھی جسکی طینت میں
محیطِ دہرے گم جسکے دل کی وسعت میں

(۱۲۹)

گواہ جسکے کرم کا ہوئی اتنی وہ علی وہ جسکے عزم کی حجت ہو لافتنی وہ علی
ہو جس میں جلوہٴ اوصافِ کبریا وہ علی بہک کے خلق نے جسکو خدا کہا وہ علی
وہ جسکی شانِ شہادت ہو معرفت کی گواہ
وہ جسکی موت ہو خود اسکی منزلت کی گواہ

(۱۳۰)

وہ شاہِ بے سوسا مان و بے زروا نسر نہ جسکے در پہ تھے دریاں نہ حارس و لشکر
کھلے ہوئے تھے عطا و سخا و جود کے در وہ جسکے قدموں پہ خود سلطنت نے کھانسر
وہ جسکے در پہ گدا بن کے آئی تھی دُنیا
ہے جسکے عدل کی محتاج آج بھی دُنیا

(۱۳۱)

وہ بیکسوں کا مددگار بے سبب کامعیں امیرِ عدل شہارِ حکیم حق آئیں
نہ دل میں خودِ ملامت نہ طالبِ تحسین فروغِ نورِ ہدایت امامِ دین ہمیں
وہ جسکے صدق کی ضربتِ نفاق اٹھانہ سکا
زمانہ جسکی عدالت کی تاب لانہ سکا

(۱۳۲)

ہزاروں فتنہ صبر آزمایا ہسم اٹھے منافقین اٹھے بانی بستم اٹھے
 سنبھالے نیزہ و شمشیر تیز دم اٹھے سناں کی نوک پہ قرآن کیے علم اٹھے
 ریاضتی قول و عمل میں نفاق تھا دل میں
 کتاب بن گئی بازیچہ دست جاہل میں

(۱۳۳)

جو انتقام کو اٹھے تھے خود وہ تھے قاتل شہادۂ عدل تھا انکے لیے بہت مشکل
 حسد کی آتش تارک سے سیاہ تھے دل غمی انکے ہاتھوں میں بازیچہ ملت جاہل
 نہ امتیاز نہ ناقص اور کامل کا
 سمجھ میں آیا نہ کچھ فرق حق و باطل کا

(۱۳۴)

نظر میں پھر گئی تصویر روزِ جنگِ جل سپاہ کا وہ سمندرِ سلاح کا جنگل
 وہ غلغلہ وہ خروش اور وہ سواروں کے دل گرج گرج کے اُٹھائے حرب کے بادل
 مقابلے میں صف آرا جودوں فوجیں تھیں
 تھے بحرِ باطلِ ظلم بلند موجیں تھیں

(۱۳۵)

کسی جوی کی نظر تھی صفتِ عدو لڑی کسی کی تیز نگہ تھی کسی کے دل میں گڑھی
 کسی لیر کی چتون کسی سے بڑھ کے گڑھی وہ روز بھی تھا قیامت کا اور غضب کی گڑھی
 سپر سپر سے تو بڑھ چھی سے بڑھ چھی لڑتی تھی
 ہراک نیام سے تلوار اُبلتی پڑتی تھی

(۱۳۶)

تھا دونوں فوجوں میں فتنہ کا شور اور مہیاں کہیں دشت میں باقی تھی جائے امن امان
 کھڑا تھا ایک جوی با سکون و اطمینان تھی جس کے رخ سے عیاں صدق و علم و غم کی نشان
 بللے نیزہ و تیغ و خندنگ بھیلے ہوئے
 حنین و خیر و خندق کی جنگ بھیلے ہوئے

(۱۳۷)

یہی ہو محمدِ عدل اور یہی ہے مرکزِ حق یہی ہو عالمِ برتر حقیقتِ مطلق
 اسی کے صدق سے سینہ ہوا نفاق کا شق اسی کے خلق سے پائی جہان نے رقت
 امین جو ہر آدم کی فیلِ حسانِ بشر
 دلیلِ راہِ خدا میر کا روانِ بشر

(۱۳۸)

ہو غرق بحرِ فکر میں دیں کارِ راہ نما جہاں کو یاد دلانا ہو پھر جسے حکمِ خدا
ہو درسِ آیہ لا تُفْسِدُوا میں راہِ بقا جسے نہ پانی کی مانند خونِ انسان کا
وہی یہ جانے جو جہاں نے گا راہِ خالق میں
ہو جہاں خلق کی وقعت نگاہِ خالق میں

(۱۳۹)

اسی کے سب ہیں حجاد و نبات و حیوانات ضمیر و عقل و دل و جان و نفس و احساسات
نمود و در تناسل حیات اور موات زمان کون کون مکان اور جہان ذات و صفات
خلاف جو رو جفا تیغ بے نیام ہوئی
بحر و دفاع قتال و دغا حرام ہوئی

(۱۴۰)

تمام کرنے کو حجتِ شبہ نام بڑھے لیے کتابِ خدا ہاتھ میں امام بڑھے
بغیرِ اسلحہ با عز و احتشام بڑھے عیاں ہو شان سے مولائے خاصِ عام بڑھے
فلاح خلق مرآہِ شبہ ولایت ہے
ولا علی کی چراغ رہ ہدایت ہے

(۱۴۱)

پاہِ شر سے شبہ دیں نے یوں خطاب کیا خدا کا خوف کر دے گردہ اہلِ ریا
بظلم توڑ کے پیمانِ عدل و صدق و صفا کردہ خلقِ خدا میں فساد یوں برپا
جو انتقام کے طالب ہیں خود وہ قاتل ہیں
خدا گواہ ہو دعوے سب انکے باطل ہیں

(۱۴۲)

جوابِ عوتِ حق میں اُدھر سے تیر چلے سنبھالے برھیاں ہاتھوں میں سب شر چلے
لو بہانے کو بے دین بے ضمیر چلے پئے فساد بڑھے بہر دار و گیر چلے
فضا خدنگ کی کثرت سے تیر تار ہوئی
زمین تیروں کی بارش سے خار زار ہوئی

(۱۴۳)

علیؑ نے اپنے رفیقوں سے تب یہ فرمایا کمر بنگے یوں سبقت ہم نہ جنگ میں اصلا
جب تک کے ٹوٹ پڑیں ہم پر اہلِ جور و جفا دفاعِ حق میں اس وقت کچھ کمی کرنا
صفوں میں دھنس کے نشانِ بستم گرا دینا
غرورِ اہلِ جفا خاک میں ملا دینا

(۱۳۴)

کرے نہ وار کوئی زخمیوں نہ پیروں پر بڑے نہ ہاتھ کسی کا پئے غنیمت و زر
نہ بند کرنا گریزاں سپہ بہ راہ مفر خیال دل میں خدا کا رہے بوقت ظفر
ہے لحاظ سدا حلق اور مکارم کا
دقیق فرق ہو مظلوم اور ظالم کا

(۱۳۵)

بڑے دغا کے لیے جانبین سے لشکر بنا قتال کا میدان منوئے محشر
غریب و غلغلہ طبل و دھکے گوش تھے کر دھکے سے پاؤں کی جہاں تھا سارا دشت و در
وہ شور اور تضاد وہ دونوں فوجوں کا
میان بحر تلاطم ہو جیسے موجوں کا

(۱۳۶)

صفیں صفوں میں گھٹیں اور ہنسے پڑیں پر سوار کٹ کے گرے اور پیادے پس کے مرے
غبار حربے چہرے تھے خاک و خون میں بھرے نہ بود داد سے نہ بود داد گرے
صدائے غالب و مغلوب سے وہ شور ہوا
ستم کا زور گھٹا اور حق کا زور ہوا

(۱۳۷)

امام آپ بھی شمشیر آزماتے تھے کبھی جھپٹتے تھے اور گاہ مکرراتے تھے
صفیں صفوں پر پیروں پر پے گراتے تھے اتارے تھے کبھی آستیں چڑھاتے تھے
در آئے قلب میں اعدا کے مہینہ توڑا
کبھی جناح کبھی بڑھ کے میسرہ توڑا

(۱۳۸)

زمان شیب میں بھی قوت جوانی تھی وہی تھا ہاتھ وہی ضرب میں گرانی تھی
وہی صفائی وہی تیغ کی روانی تھی وہ ذوالفقار بھتی یا فتح کی نشانی تھی
اسی نے خیر و احزاب کی ہم سر کی
یہی کلید تھی اسلام کے مفتدر کی

(۱۳۹)

ہاتھ صبح سے میدان میں غضب کا خروش دم غروب لگا گھٹنے میل جنگ کا جوش
علی کے رعب سے ہونے لگے عدو روپوش سکوت شت میں چھایا ہوئی فضا خاموش
سلاح بکھرے ہوئے جا بجائے میدان میں
تنوں کے ڈھیر تھے سب رہو بیاباں میں

(۱۵۰)

عجیب وقت تھا اور تھا عجیب منظر
نار ہا تھا محیط ہر دُ نوید ظہر
امیدِ سلم و اخوت لیے تھا قلبِ بشر
نکھر رہے تھے مساواتِ عدل کے جوہر
خطِ کمال پہ تابندہ ہر رحمت تھا
کسی کا نورِ جبین جلوہ عدالت تھا

(۱۵۱)

عیان تھے مبارک پہ حزن کے آثار
سرِ فتح پہ غالب تھی فکرتِ بیدار
وہ رحم اور سماحت وہ شانِ حق و قد
وہ خلقِ جس پہ ہوا انسانیت کا دائرہ دار
وہ قلبِ پاک نہ جس میں کسی سے کینہ تھا
نجاتِ خلق تھی جس میں یہ سفینہ تھا

(۱۵۲)

غبارِ خاطر صافی ہو قتل و خونِ ریزی
عدو نے آپ ہی اس شاہِ پر جبارت کی
رحیمِ عادل و عالی تھا نفسِ پاک علی
دفاعِ حق کیلئے جنگ کی بہ مجبوری
ہوئی جو فتح تو مغلوب کو اماں بخشی
نہ تھے جو عفو کے لائق انھیں کی جاں بخشی

(۱۵۳)

جواہرِ مکہ پہ کی تھی سولِ حق نے عطا
علی نے آج اسی خلق دیں کو دہرایا
اماں میں تھے اسی صورت کے آج بھی اعدا
یہی ہو حقِ کرم اور یہی ہو شانِ وفا
وہی تھا عدل وہی رحم اور وہی سیرت
علی نے یاد دلادی رسول کی سیرت

(۱۵۴)

فروغِ فتنہ ہوا شر نے پھرا اٹھایا سر
بنی اُمیہ چلے لے کے شام سے لشکر
ہراک تھا ان میں پُراد کینہ اور غارت گہ
تھا ان کے واسطے اسلام بھی بہانہ زہر
جو عدل ہادی اسلام نے بتایا تھا
انھیں نے رعبِ دلوں سے اُسے بھلایا تھا

(۱۵۵)

رہی وہ طبع جو تھی عہدِ جاہلیت کی
نہ پہونچی دل میں بھی کچھ روشنی ہدایت کی
نہ تاب سکے انصاف اور عدالت کی
خلافِ حق و عدالت سدا بغاوت کی
بہ ظاہر اور بہ باطن مخاصمت کی ہو
کبھی اُحد میں کبھی کر بلا میں رک دی ہو

(۱۵۶)

بڑے جو راہ میں قریے انھیں کیا تاراج کماٹی خلق کی تھی نذر حاکم و افواج
وصول کرتا ہوا سرار جو ریوں ہی خراج طمع کا دور تھا اور مکر و زور و ظلم کا راج
بنائے بغض و شقاق و شر و نفاق ہوئی
یوں ہی سپاہ ستم و اسل عراق ہوئی

(۱۵۷)

ستم زدوں کی وہ فریاد کیوں کی کار یتیم سمے ہوئے عورتیں وہ سینہ فگار
وہ ظلم فوج کا اور خلق کی وہ حالت نادر سپاہ شام نہتوں کا کمر ہی تھی ثگار
تباہ باغ مکان خاک کھیتیاں برباد
زمین سیاہ فلک خوں نشان جہاں برباد

(۱۵۸)

فغان خلق بنی ابروئے وفا کی نیکن شکست ظلم کی خاطر بڑھے امام زمین
وہ غلٹ ذرہ نواز اور وہ زور قلعہ کن نہاں تھی ابرو کے دامن میں بق طور افکن
سپاہ شام کا رخ سوئے شام موڑ دیا
ستم کے زور کو صفین ہی میں توڑ دیا

(۱۵۹)

پڑاؤ ڈالے تھی وہ بے حساب سپاہ شریہ کھلائے دل سے تھی خلق عرب سپاہ شریہ
پرے جلے تھی یوں بے ادب سپاہ شریہ رہ فرات کو روکے تھی سب سپاہ شریہ
ہوا یہ شور کہ شاہ انام آ پہونچے
لیے وہ لشکر اسلام امام آ پہونچے

(۱۶۰)

نہ ہے حلال شبہ لافتنی کی آمد ہے نہ ہے نہیب اسد کبریٰ کی آمد ہے
نہ ہے کرم شرت اتنا کی آمد ہے نہ ہے عروج کہ نور ہدیٰ کی آمد ہے
کشش ہو تیغ کی تحریر خامہ تقدیر
علی کا حکم ہو تعبیر نامہ تقدیر

(۱۶۱)

یہی ہو خلق میں خالق کا آمر و ناہی اسی جہی کے اشاروں پہ دہر ہو جڑ ہی
علی کا حکم نہ ہو کیوں نہ ماہ تاما ہی دل و جو رہ کرتا ہے مرد محمد شاہی
اسی کے عزم نے باطل کا زور توڑ دیا
جب اس نے چار زماں کے رخ کو موڑ دیا

(۱۶۲)

ہو آمد آمد فوج الہامیہ میں کہیں لے گی نہ جائے پناہ میدان میں
لہزہ ہی ہو عدد کی پناہ میدان میں شریہ رو کے ہیں دریا کی راہ میدان میں
اڑا کے گھوڑوں کو دیکھو دلیر آپونچے
شکار گاہ میں حید کے شیر آپونچے

(۱۶۳)

قیس نے صوب کی چہرے وہ تہائے ہوئے حرق میں ڈوبے ہوئے پیاس کے تہائے ہوئے
جل کی جنگ میں شمشیر آزمائے ہوئے عدو کی فوج کے دل دھستے بھگائے ہوئے
وہ جوش و دلولہ حربہ اُنک کا رنگ
وہ صورتیں کہ نظر آئے جن میں جنگ کا رنگ

(۱۶۴)

وہ دونوں فوجوں کی میدان میں آرائی ادھر تھے شامیوں میں ملنے کے سوائی
ادھر تھے تیغوں کو تولے علی کے شیرائی شکار دیکھ کے لیتے تھے شیرانگوائی
نظر جائے تھا ہر اک دلیر اعدا پر
ہوس یہ تھی کہ ہو قبضہ کناب دریا پر

(۱۶۵)

جل کی جنگ میں تھے اوزاب کچھ اور تھے طوہ تھی سیو فائی وہاں اور یہاں تھا ظلم کا دور
وہاں تھے ہر شکن اور یہاں تھے بانی جوہ یہی تھا عدل کہ پائیں سزا یہ سب فی الفور
زمانی گو کہ عدو نے امام کی حجت
کمالِ حلم سے پھر بھی تمام کی حجت

(۱۶۶)

کوئی سبیل بجز جنگ جنت آئی نظر کھلا نشان کہ کھولے عقاب نے شہر
سوئے فرات بڑھا ایک دستہ لشکر چلے حسین کے ہمراہ مالک اشتر
سمجھ کے سوچ کے کچھ نور عین کو بھیجا
علی نے ہنر کی جانب حسین کو بھیجا

(۱۶۷)

زمانہ یاد کرے سرگزشت یوم الدار وہ گردِ قصر خلافت مخالفوں کا حصار
بگڑ گئے تھے خلیفہ سے اہل شہر و دیار کسی طرح کی اعانت تھی اس گھڑی دشوار
محاصرے سے جو اس گھر میں قحط آب ہوا
علی سے اہلِ مروت کو اضطراب ہوا

(۱۶۸)

کریم باپ کا ایسا سمجھ گئے حسینؑ
خود اپنے کا ندھوں پر شکنہ لگے بسطینؑ
پلایا پیاسوں کو پانی تو پایا دل نے چین
کیا عدو پہ کرم تھے نبی کے نواہین
نجات نسب حیدر و بتول بھی تھی
علی کی تربیت اور طہیث بول بھی تھی

(۱۶۹)

رسول حق کا وہی نور عین آتا ہے
سمو خلق کا وہ زیب دین آتا ہے
حسینؑ سببِ شبہ مشرقین آتا ہے
طلب میں آپؐ کی آغے حسینؑ آتا ہے
نہ تھا نہ ہوگا کبھی فیض جو دم اس کا
زمانہ بھول نہ جائے کہیں کرم اس کا

(۱۷۰)

غرض کہ طے ہوئے میدان کے نشیب و فراز
جھپٹ کے آئے جری سوئے نہ صورت باز
صفوں پہ فوج مخالف کی جا پڑے جانباز
تھی اسلحہ کی وہ جھنکار جنگ کا آغاز
وہ دونوں فوجیں تھیں یا آپؐ وہ نہریں تھیں
تھے دانتیوں کے یا بکلیوں کی لہریں تھیں

(۱۷۱)

ہراک دلیر تھا از بکھ پیاس کا مارا
کنار نہر لگاتے بہنے خون کا دھارا
لو سے لال ہوا سبزہ زمیں سارا
شمال بھاگے رہا جنگ نہ جب یارا
کوئی فرار ہوا، کوئی نہر میں ڈوبا
کوئی قتال کے گردابِ قہر میں ڈوبا

(۱۷۲)

سجی کے ہاتھ میں آیا فرات کا ساحل
فرات کا تھا کہ آبِ حیات کا ساحل
ملاسفینہ دل کو نجات کا ساحل
بنایا حق نے اسے کائنات کا ساحل
نسیمِ خلق و شمیمِ گل و لالائیں
وہیں سے دہری کی موجیں رُہ و فالائیں

(۱۷۳)

ہو کوئی اور جہاں میں علیؑ سا دریا دل
تھا ان کے قبضہ میں گواہ فرات کا ساحل
کھلی تھیں نہر کی راہیں نہ تھا کوئی حائل
تھا اذنِ عام کہ لے آئے جو بھی ہو مائل
نزدک ٹوک نہ پیرا تھا کوئی ساحل پر
تھا حسنِ عدل کا سکھ ہر ایک کے دل پر

(۱۶۳)

عدو کے غدر کا صابر نے کیا دیا ہو جواب علی کے فیض سے اعدا بھی ہوتے تھے سیراب
کھلے ہتے تھے عطا و سخا و عفو کے باب برس ادھر بھی تو اے رحمت خدا کے سحاب
ہیں آج اہل جہاں تشنہ و لاساقی
مئے و لا و انوت ہمیں پلا ساقی

(۱۶۵)

اُصولی عصر ہیں آئین قتل و خون ریزی وہ ظلم و جور ہیں شرماے جس سے چنگیزی
حد سے بڑھ گئی نبض حیات کی تیزی رہی نہ گلشن ہستی میں کچھ دلا ویزی
فنائے دہر ہے مسموم ~~بھلا~~ کینے سے
حیات کون کا جی بھر گیا ہے جینے سے

* آج کینے سے

(۱۶۶)

جنون دہر کی رفتار تیز ہے ساقی قدم قدم پہ جنوں فتنہ خیز ہو ساقی
غبارِ فتنہ غضب شعلہ ریز ہے ساقی ہوائے شعلہ مسموم ستیز ہو ساقی
ہو دو بر عدل تو یہ بزم بھر سنو رجائے
یہ نشترِ سخوت زر کا بھی اتر جائے

(۱۶۷)

وہ مئے پلا جو مسیح فلک نظام نے پی غدیرِ خم میں جو شامِ ہنوشہ انا م نے پی
مہِ صیام میں سجدے میں جو انا م نے پی جو کر بلا میں شہیدانِ تشنہ کام نے پی
وہ مئے علو شہادت جو مئے بتا قی ہے
وہ مئے کہ زندہ جاوید جو بناتی ہے

(۱۶۸)

وہ مئے جو رونقِ ثدار و مدارِ ہستی ہے جو آبِ رنگ جہانِ بہارِ ہستی ہے
وہ مئے جو راستی کا دوبارِ ہستی ہے وہ مئے جو روحِ عدالت شہارِ ہستی ہے
وہ مئے نمونہ تھا اُس روز جس کا آبِ قرأت
اثر سے جسکے تھا جے شمعِ و تابِ قرأت

(۱۶۹)

وہ مئے جو وجہ حیات و مدارِ ہستی ہے وہ جس میں کیفیتِ عدل و حق پرستی ہے
شمیم بن کے ریاضِ وفا میں ہستی ہے جو بن کے رحمتِ حق خلق پر ہستی ہے
وہ مئے خدا نے جسے تھا رسول کو سونپا
نبی کے بعد علی و بتول کو سونپا

(۱۸۰)

وہ نے جو ہر صدق و حق عدالت ہو جو نورِ خلق ہو اور جلوہ سخاوت ہو
جو روح صبر ہو اور عنصر شجاعت ہو وہ جس کا میکدہ عرفاں گہ شہادت ہو
اثر ہو جس کا کمال حق آگئی وہ نے
سبوئے قلب محمدؐ میں جو رہی وہ نے

(۱۸۱)

وہ جس سے ظلمت ظلم و ستم بھٹی وہ نے وہ جس سے صبح صداقت کی پوکھٹی وہ نے
وہ جس سے راہ رضا و وفا کھٹی وہ نے وہ نے جو دستِ ید اللہ سے نبی وہ نے
جلائے قلب ہو تاثرِ حبکی ہاں وہ شراب
صفائے نفس ہو تنویرِ حبکی ہاں وہ شراب

(۱۸۲)

بیاں رموز ہوں لفظِ علی کے کیا ساقی نکات کہہ سکوں حقِ علی کے کیا ساقی
زباں سے وصف ادا ہوں علیؑ کے کیا ساقی لکھوں صفات میں تیرے لی کے کیا ساقی
علیؑ کا دل صدق گو ہر حقیقت ہے
عمل جو اس کا ہو تیری وہی مشیت ہے

(۱۸۳)

مصیبت آئی تو شکل کشا حسینؑ بنے حدو کے آج بھی حاجت و احسینؑ بنے
سحابِ جود کا اک سلسلہ حسینؑ بنے علی کے فیض کا ہاں اسطہ حسینؑ بنے
خدا کا فیض ہو بے رب شک یہ سقائی
جہاں کو یاد رہے ہر ترک یہ سقائی

(۱۸۴)

زمانہ یاد کرے کربلا کی ہمانی یہی تھی خاک دہاں اور تھا یہی پانی
اسی زمیں پہ تھی سجدے میں شہ کی پیشانی کہ فوج ہو گیا پیاسا رسول کا جانی
رہ وفا کی وہ منزل وہ کاروانِ حرم
”غریب سادہ و رنگیں ہو داستانِ حرم“

(۱۸۵)

ابھی ہو دور وہ منزل یہ راہ ہو جس کی وہ انتہا ہو فسانہ کی ابتدا ہو ابھی
غریبِ نادار و جذاب و موج و مہکی عجب شان کی ہو داستانِ ابنِ علی
بلا کی راہ یہ ہے منزلِ بلا یہ نہیں
یہ سرزمین ہے صفینؑ کر بلا یہ نہیں

(۱۸۶)

ذرا بلندی کر دار دیکھتے جاؤ عطا وجود کے اطوار دیکھتے جاؤ
یہ شاہ دیں کا ہو دربار دیکھتے جاؤ علی کا فیض گہر بار دیکھتے جاؤ
نہ انکلاط گوار اتھا خیر و شر میں کبھی
مگر وفا میں نہ تفریق کی بشر میں کبھی

(۱۸۷)

عطاے رب کا جو تھا فیض بے نہی جاری تھا ہو خلق آب سے محروم کب روایہ بھلا
محیط سائے جہاں پر ہو فیض خالق کا فلک پہا برداں ہے زمین پر دریا
بحار کو در و مرجاں سے بھر دیا اس نے
کڑے کو نار کے گلزار کر دیا اس نے

(۱۸۸)

پسب تھی سحر طرازی جہاں میں پانی کی کوشمہ سازی تھی تاب توں میں پانی کی
غضب کا زور ہو موج رول میں پانی کی حیات خود ہو تپاں داتاں میں پانی کی
غریب و سادہ درنگیں ترانہ ہو اس کا
یہ اشک دہر ہو غمگین فسانہ ہو اس کا

(۱۸۹)

سرد قلب ہو اور خنکی جگر ہے یہ تری کام و دہن قوت بصر ہے یہ
دہ حیات ہو سرمایہ بشر ہے یہ قتال و حرب میں معیار خیر و شر ہے یہ
محاک ہو خلق کی میزان حق و باطل ہے
گواہ عدل و کرم آبجو کا ساحل ہے

(۱۹۰)

علی کا خلق زمانہ میں آشکارا ہو سراج عدل ہو چرخ وفا کا تارا ہو
وہ بحر حق ہے نہ جس کا کوئی کنارہ ہو ہو دست پاک کہ چود و سخا کا دھارا ہو
نہے عطائے کریمے کہ بے طلب بخند
بدشمنان خودش ہم نہ فیض رب بخند

(۱۹۱)

وفا شعار ادھر ہو زمانہ ساز ادھر امین دیں ہو ادھر اور حقہ باز ادھر
اصول صدق ادھر مکر کا جواز ادھر ادھر جو حق ہو تو باطل سے ساز باز ادھر
ہزار حیف کہ احسان کی نہ قدر ہوئی
دواج مکر ہوا اور بنائے خدر ہوئی

(۱۹۵)

تھا صاحب کرم و عفو شیر بانی
 ہو کو دیکھ کے خوں اس کا ہو گیا پانی
 غضب تھی چشم مروت کی اشک افشانی
 ہوا عدو سے مخاطب وہ دین کا بانی
 کلام شاہ تھا موبیں تھیں یا بلاغت کی
 صفوں کے بیچ میں گونجی صدا عدالت کی

(۱۹۶)

خطاب یوں کیا والی سے شام کے ہفتار
 یہ حرب ضرب ہو بے سود لغو یہ پیکار
 خدا کی راہ میں دیتے ہیں سر جو ہیں سزار
 اصول عدل پہ ہوتے ہیں جان دل نثار
 ہے کون بانی ظلم و ستم سمجھ لیں گے
 یہ جنگ دکھ دے آپس میں ہم سمجھ لیں گے

(۱۹۷)

ذرا بتا کہ عوام آج کیوں گلے کٹوائیں
 یہ بے علاقہ ہیں کس واسطے اہو میں نہائیں
 یکس غرض کے لیے اپنے خوں کی نہر بہائیں
 نہ ہو کہ لاشوں پہ رونے کو عورتیں اجائیں
 بکا میں بین عجب نخر اش ہوتے ہیں
 نفاں سے ان کی جھرمپاش پاش ہوتے ہیں

(۱۹۲)

قلوب آتش کینہ سے شعلہ ریز ہوئے
 ہوا دوحص کے جذبات فتنہ خیز ہوئے
 فاد و غدر کے جھونکے جو پھر سے تیز ہوئے
 کرم نما سے شقی در پئے ستیز ہوئے
 سٹائی سلم و اخوت بھلائے احساں بھی
 تھے دیں فروش بھی اور نام کے مسلمان بھی

(۱۹۳)

ادھر سے تیر چلے سوئے لشکر حصار
 ہوا بلند تک و دوسے مشت کیں میں غبار
 صدائے حرب سے لرزاں تھا گنبد دوار
 ہوا میں ٹاپوں کی چوٹوں سے اڑتے تھے شرار
 جھپٹ جھپٹ کے سپاہ ستم پر شیر آئے
 سانپ تول کے اثرار پر دلیر آئے

(۱۹۴)

تھی حرب ضرب بیا صبح شام میدان میں
 پھلک ہے تھے کہیں غم کے جام میدان میں
 تھا دوبرگ کا خونیں نظام میدان میں
 اہل کے دور سے تھا از دھام میدان میں
 اسی طرح سے کئی روز تک جو جنگ ہوئی
 زمین خوں کے ڈیروں سے لالہ رنگ ہوئی

(۱۹۸)

میں بے نیاز تھے حرص ملک گیری ہو مرا ہو علم تری شاہی دامیری ہو
 طلب زر کی ہو دراصل یہ فقیری ہو ~~جوان ہو تو ابھی گو اور میری میری ہو~~ ^{ظہیری}
 نہ ساتھ فوج نہ ہمراہ اپنے لشکر لیں فساد و شر کا سبب تیری
 یہی ہو عدل ہم آپس میں فیصلہ کر لیں

(۱۹۹)

زمانِ شیب میں بھی توت جوانی دیکھ سپر سنبال ذرا ضرب کی گرائی دیکھ
 بلا نظر سے نظر تیغ کی روانی دیکھ یہ ذوالفقار ہو یا فتح کی نشانی دیکھ
 اسی کی برق اُحد اور حنین میں چلکی
 اسی نے دین نبی کی اساس محکم کی

(۲۰۰)

فضا میں چھائی ہوئی تھی غضب کی خاموشی گرہ فگن تھی ہوا میں صدا عدالت کی
 رُکا ہوا تھا زمانہ زمیں بھی ساکن تھی بدائے دل تھی تو ہر دل میں ڈب کر ابھری
 پھری ہوئی تھیں نگاہیں بھی علی کی طرف
 خطاب ختم ہوا پھر گئی شقی کی طرف

(۲۰۱)

کسی نظر سے بھی ظالم نظر ملا نہ سکا وہ بے حیا تھا کوئی شرم اُسے نہ لانا سکا
 نگاہ شیر الہی کی تاب لانا نہ سکا ہر اس مرگ سے میدان تک وہ نہ سکا
 نہ تھا دلیر جو خود دوسرے جوان بھیجے
 علی سے جنگ کو لشکر کے پہلوان بھیجے

(۲۰۲)

بڑھا جو صفت کوئی پیل تن تو کٹ کے گرا سُرنگ کٹ کے اڑا اور جسم مہٹ کے گرا
 نہ اب اب کی جو لاسکا سمٹ کے گرا سنبھل سکا نہ فرس پر وہیں الٹ کے گرا
 جو حجم کے لڑنے سکا مائل نہ رہا ہوا
 نہ رہا اگر نہ کیا موت کا شکار ہوا

(۲۰۳)

جھپٹ کے پہونچا جو زبردل شیر چارٹن صفیں اُلٹ گیا دم میں دلیر چارٹن
 پڑے ہوئے تھے زبردست زیر چارٹن زمیں پہ لگ گئے کشتوں کے دھیر چارٹن
 علی کی تیغ پروں کو بچھا گئی ہر سو
 عدو کی فوج پہ بہت سی چھا گئی ہر سو

(۲۰۳)

اُحد کی جنگ کا نقشہ کھینچا ہوا یہ اثر بڑھانہ جنگ کو پھر کوئی پہلوں خود سر
پھرے قتال کے میدان سے حید صفدہ وہ ہیبتِ علوی وہ نہیب وہ تیور
جلالِ حق کا جو سایہ تھا دونوں فوجوں پر
عجب سکوت سا چھایا تھا دونوں فوجوں پر

(۲۰۵)

دغا سے شیر خدا ہو کے فتیاب پھرا عجب جلال سے مرکز کہ آفتاب پھرا
نہاں جو نور ہوا ظلم کا سحاب پھرا خباہِ حرب اٹھا کھل کے بیچ و تاب پھرا
صفوں سے تیروں کی بارش ہوئی سوار بڑھے
کسی طرف سے بڑھے سو، کہیں ہزار بڑھے

(۲۰۶)

وہ غلغلہ وہ تصادم وہ شور وہ لیغار وہ ازدحام وہ شورش وہ تیرگی وہ غبار
وہ سنگ و تیر کی بارش وہ تیغ کی جھنکار زمیں تھی خون سے رنگیں ہوا تھی صاعقہ بار
عجیب حشر ہوا تھا عواسِ مختل تھے
مثالِ مور و مَخ دُل پہ حملہ و ردل تھے

(۲۰۶)

وہ صفت میں جلوں کا کھینچنا و سنسناتے تیر کوڑکے ہی تھیں کمائیں میانِ جسمِ غفیر
فغان و نعرہ رزم آوراں تھا عالمگیر لکھی لہو سے سانوں نے موت کی تحریر
شہوں سے روندتے پھرتے تھے دشتِ کیں ہوار
تڑپ رہے تھے کہیں راکب اور کہیں زہوار

(۲۰۸)

صفوں میں چار طرف بھیلی یک بیک یہ خبر کہ قتل ہو گئے عمارِ صادق و صفدہ
وہ رادِ مردِ عدالت شعار و شیرِ سیر وہ جنگ اور وہ پیری وہ شان و تیور
سفید موئے مبارک تھے قد بھی بالا تھا
وہ تھا جو نورِ حقیقی یہ طورِ سینا تھا

(۲۰۹)

سُنی جو حیدر صفدر نے پُرالم تقریر سوا تھی قلب پہ نشتر سے درد کی تاثیر
بھرائے آنکھوں میں آنسو کہ حزن تھا دلگیر شگنِ حبیب کی نہ تھی تھی قضا کی وہ شمشیر
جلال آئے جو صابر کو پھر غضب سمجھو
ہستمِ شکاروں پہ آیا عتابِ رب سمجھو

(۲۱۰)

پیام مرگ لیے لیلۃ الہسری آئی سرور پہ کوند کے شمشیر قلعہ گیر آئی
شفق میں ڈوب کے مثل نہ منیر آئی سموٹے ضرب میں سب قوت امیر آئی

کئی جرات تو سب نظم زید و بالانتھا
پاہ شام میں اک انتشار پیدا تھا

(۲۱۱)

سواد شب میں نشان تھیں حق کی تنویریں گرہ فگن تھیں ہوا میں علی کی تقریریں
فضا میں گونج رہی تھیں جوی کی تکبیریں پلٹ رہی تھی کہیں تیغ تیز تھدیریں
سخر ابھی نہ ہوئی تھی کہ دل بھی چھوٹ گئے
پاہ شام کے سب روشور ٹوٹ گئے

(۲۱۲)

لوہے لال چمکتی ہوئی وہ شمشیریں زمیں پہ بکھری ہوئی وہ زرہ کی زنجیریں
وہ دل وہ شور بگیر و بز و وہ تکبیریں بگڑ رہی تھیں سپاہ ستم کی تدبیریں
صفوف شرمیں عیاں اور اضطراب ہوا
طلوع خون کے دریا سے آفتاب ہوا

(۲۱۳)

بھکے ہوئے وہ نشان اور کسے ہوئے پرچم صفیں سپاہ ستم کی وہ درہم و بہم
گردہ شام میں وہ انتشار کا عالم سرعز و عجب عجز سے تھا خاک پہ خم
ہر اس مرگ سے سینوں میں دم اکھڑنے لگے
یہی نہ جنگ کی طاقت قدم اکھڑنے لگے

(۲۱۴)

سوائے مکر رہا جب کوئی نہ چارہ غم بچھلے چار طرف ام حص دم و دم
ہوئے شیوخ کے دل اور صنیر نذر صنم شاں کی نوک پہ قرآن کیے عدو نے علم
دفا کا عہد ضلالت کی زد سے ٹوٹ گیا
شکار موت کے پنجے میں آکے چھوٹ گیا

(۲۱۵)

زمانہ دین کے آئین آزمانہ سکا رہ دفا کی جو تھیں سختیاں اٹھانہ سکا
جو طرز سیرت اسلام تھا وہ آنہ سکا جہاں علی کی عدالت کی تاب لانہ سکا
شیوخ قوم نے جو حق سے بے وفا کی
طعن میں زہر کی خود اپنے لیے بُرائی کی

(۲۱۶)

نفاق و مکر نے پیدا عجب فساد کیا بدائی خیرے کی شرے اتحاد کیا
 خلاف ظلم نہ صفین میں جہاد کیا علی کے بعد جہاں نے علی کو یاد کیا
 رہ نجات بہت دُعا و دعا رہا عالم
 رہا نہ پنہاں خو خوار سے ہوا عالم

(۲۱۷)

منافقوں نے نو رنگ دین کے بدلے زیادہ دین نے سب جنگ دین کے بدلے
 کہیں تھا تفرقہ و جنگ دین کے بدلے کہیں نفاق کا آہنگ دین کے بدلے
 بشر پہ حزبِ خوارج کی چیرہ دستی تھی
 نہاں خدا کی پریشانی میں خود پرستی تھی

(۲۱۸)

وہ عجب اور تکبر عبادتِ باب میں ساگے تھے خودی کے صنم کدے میں
 روا تھا ظلم و ستم ان کے دین مذہب میں نمازوں میں پڑھی اور جہانیں کیش میں
 ریا کے داغ کو سجدے کا کیوں نشان سمجھو
 یہی نفاقِ محکم کی ہے زباں سمجھو

(۲۱۹)

وہ زہر خشک کہ جبر کا تھا خود پرستِ مزاج وہ اتقا کہ ریا کو دیا تھا جسے رواج
 وہ انتہائے تکبر کہ جس کا تھا نہ علاج وہ عجب جسے کیا خلق کا چمن تاراج
 کچھ اس طرح سے عبادت پر اپنی ناز کیا
 کہ کچھ خدا و خودی میں نہ امتیاز کیا

(۲۲۰)

جفا و جور نتیجہ ہے خود پرستی کا جلا کے خاک کیا اس نے باغِ ہستی کا
 یہی سبب ہے تکبر کی حد پرستی کا حساب ہی نہیں کچھ نخوتوں کی ہستی کا
 تعصب اور تشدد ادائیں اس کی ہیں
 فریب و ظلم و ستم انتہائیں اس کی ہیں

(۲۲۱)

وہ فتنہ خیز فریبِ قضیہ تحکیم وہ التباس حق و باطل اور بغضِ قدیم
 جھکے تھے سجدے میں یا خم تھے سر پہ مذہب نہ احترام تھا حق کا نہ خلق کی تعظیم
 دنی و عاصی و خدا و دشوم و ظالم تھے
 ستم شعار کب اپنی خطا پہ نادم تھے

(۲۲۲)

وہ خود پسند ادائیں وہ شان استکبار وہ طرز سیرت ابلیس در سیم فتنہ شعار
وہ مکر و زور و ریاد و نفاق کے اطوار جہاں تھا ظلم و غلامی سے بسکہ تیرہ و تار
سواؤ ظلم میں چمکی جو ذوالفقار کی برق
تڑپ کے شریہ گری تھر تھر دگاری کی برق

(۲۲۳)

جو د فکر و نظر ان کے زہد کا تھا اثر سواؤ جہل میں غائب تھا نور علم و ہنر
علی وہ جس میں تھا خلق اور نہ خیر بشر ہر ایک ان میں خودی کا صنم تھا سراسر
خدا کے دست قوی نے انھیں جھوٹ دیا
ریا و زور کے زندہ بتوں کو توڑ دیا

(۲۲۴)

یہ چاہتے تھے کہ ہو جائے خشک بن بشر نہ ان کی فکر میں تھے گل نہ برگ اور نہ ثمر
زمین شور تھے ان کے مزاج دل پتھر حسد کی آگ تھی سینوں میں بغض کے تھے شر
بھڑک ہی تھی دلوں میں جو یہ عناد کی آگ
لہو کی چھینٹوں سے خود بھگتی فساد کی آگ

(۲۲۵)

علوم سے نہ کوئی واسطہ نہ عقل سے راہ نہ بحث و فحش سے واقف نہ فکر سے آگاہ
عقیدہ ان کا بھی تھا حبنا کتاب اللہ یہ ان کی تنگ نگاہ ہی تھی جہل کل کی گواہ
عمل جو ہو مناقض تو کیسے راہ ملے
پھنسنے بھنور میں جو کشتی تو کیا پناہ ملے

(۲۲۶)

فنا و فتنہ کے نشہ میں ایسے مست یہ تھے امام عادل و عالی سے نہرواں میں لٹے
علی کی تیغ سے بیجاں ہوئے ستم والے خود اپنے ظلم کے سیلاب ہی میں ڈوب گئے
ہی کمال ہواؤ ہوس ہے دنیا میں
فرغ شعلہ خس یک نفس ہو دنیا میں

(۲۲۷)

فساد و فتنہ و آزار کا غبار اٹھا فضا کو کر کے مکدر ہزار بار اٹھا
کیے جہاں کو ضلالت تیر و تار اٹھا وہیں پہنچ گیا اٹھ کے گو ہزار اٹھا
رسائی اوج امامت تک اسکے بس میں نہیں
فراز عرش کدورت کے دسترس میں نہیں

فصل چہارم

خرد شعاع بصیرت سے جلوہ بار ہے پھر (۲۳۸) ضریر خامہ نوائے لب بہار ہے پھر
جراحتوں سے جگر شکلا زار ہے پھر چراغ نیرم عدالت پل تار ہے پھر
فضائے جاں سے نوائے سرور شادائی ہے
صد کسی کی نوید بقا سنائی ہے

(۲۳۹)

وہ شان امر سلوئی کہ ہو جو شان بقا وہ قول فرشتہ دینی جو ہے ہماں بقا
وہ امتحان کی منزل جو ہے نشان بقا وہ موت جو ہو حقیقت میں روح جان بقا
سما گئی ہو جو کونین میں ندائے شہید
نگاہ دہریں پھرتا ہے ماجرائے شہید

(۲۴۰)

وہ جن کا قول ہو حکمت جس کا فعل وفا عمل ہو جس کا عدالت کلام جس کا ہدی
نگاہ جسکی بصیرت کلبے کراں دریا حیات رحمت حق اور موت حق کی بقا
شعار عدل کا میزان دست اور ہو
چراغ راہ وفا نقش پائے حیدر ہو

(۲۴۱)

علوم ثروت عقل افتخار و دل قرآن شہود زینت ذہن ارتقا و فکر ایقان
نظر کرامت و نفس انجلا و جان ایمان کلام منبع بحر بلاغت و عرفان
حکمت علوم و ~~تجربہ~~ و آداب کی بنا سمجھو
اس ابتدا ہی میں مضمر تھی انتہا سمجھو

(۲۴۲)

شہ فقیر متانت فقیر شہ صولت سرمد خلق کی زینت ہماں کی عزت
اصول حق و مواساتے صدق کی حرمت سحاب جود سمو کر م، سخا طینت
دقار منبر مرسل جلالت اسلام
صفات جسکے ہیں زیر خلافت اسلام

(۲۴۳)

وہ جسکے دل نے سے مثیلہ رنج و الم وہ جسکے دل کو ہر قلب غم سیر کا غم
وہ جسکے دل میں سما یا ہوا تھا بحر کرم وہ جسکے دل کی طرف جھک گیا دل عالم
یہ تھی لطافت احساس جس قوی دل کی
نہ کی گواہ اذیت بھی اپنے قاتل کی

(۲۳۲)

وہ صاحبِ کرم و عفو شاہِ عقد کشا کہ اپنے قابلِ بد خو پہ جس کو رحم آیا
 شقی کو بند رس سے کیا بہ لطف و مہر پیانہ آپ دیا جام اس کو شربت کا
 زمانہ بھول نہ جائے کہیں یہ شانِ کرم
 وہی ابو بھرے ابرو بنے نشانِ کرم

(۲۳۵)

وہ حالِ زار پہ پیچا رہ گاہ کے زاریِ دل وہ بکیوں کے مصائب پہ بقراریِ دل
 وہ حلم و جود و مواسات و نیکواریِ دل وہ شانِ صدق و عدالت و حق گزاریِ دل
 تنوں پہ پہل ہو شاہی لوں پہ شکل ہے
 کرے دلوں کو مستخر جودِ یزدہ دل ہے

(۲۳۶)

وہ جبکہ عزم سے لرزاں تھی روحِ استعداد وہ جبکی ضرب سے جنباں تھی ظلم کی بنیاد
 تپاں تھی خونِ شجاعت سے جسکے نبض جہاد خلافتِ ثروتِ قادیان و شوکتِ شہداد
 وہ جس کا نورِ عدالت کا آفتاب بنا
 وہ جس کا جوشِ عطا جود کا سحاب بنا

(۲۳۷)

جو تھا حقیقتِ ہستی کا رانداں وہ دل جو تھا توانِ فقیرانِ ناتواں وہ دل
 جو تھا اخوتِ اخلاص کا جہاں وہ دل زبانِ صدق تھی جس دل کی ہنریں وہ دل
 شعارِ عدل و مواسات کا جو رہبر تھا
 وہ جسکے خلق کا پر تو دل ابو ذر تھا

(۲۳۸)

وہ بُنجِ فقر میں شرکتِ غم میں ہمراہی جو یہ علامتِ حقِ سبحی و حقِ آگاہی
 وہ عجب حیدری و ہیبتِ یدِ الٰہی کہ جس سے کانپ اٹھی شوکتِ شہنشاہی
 و فلکے سامنے کیا تابِ استقامت تھی
 جفا شکن شکن ابروئے عدالت تھی

(۲۳۹)

امیرِ خلق شعار و حکیمِ حق آگاہ کلیمِ صدق مقال و امامِ عدل پناہ
 خطیبِ منبرِ اسلام شاہِ عالی جاہ زبانِ جان و دل لا الہ الا اللہ
 شہیدِ مصحفِ ناطقِ ضیائے بسم اللہ
 مرادِ بلغ و مفہومِ بائے بسم اللہ

(۲۳۰)

مدار علم و ادب ہو مقام اس دل کا
اس ایک نقطے میں یوں علم کل سمٹ آیا
یہی ہو محور عقل حقیقی و اعلیٰ
سمائے پستی میں جس طرح عکس ارض و سما
جہاں نہا کہیں جسکو یہ ہو وہ ساغر دل
دربدینہ عرفان و علم ہے در دل

(۲۳۱)

نکات لفظ و معانی سے پُر ہو دفتر دل
حقیقتوں کا ہو آئینہ دار محضر دل
ہو دل کتاب خبا عقل کل ہو جو ہر دل
محیط سرمد حق کا ہو نور اختر دل
اسی نے ختم کیا دور جاہلیت کا
شعاع فکر نے توڑ احصار ظلمت کا

(۲۳۲)

جو تھی حقائق کو نین کی زباں وہ فکر
جو تھی مشیت خالق کی راز داں وہ فکر
نبی کا قلب تھا سرشتِ حق کا ہاں وہ فکر
وہ جسکی موج تھی رایے بیکراں وہ فکر
حرم حق میں ہوا جلوہ اسکی طلعت کا
بڑھا محیط نبوت میں نور امامت کا

(۲۳۳)

وہ نور جسکی شعاعیں تھیں فکر عرفانی
وہ جس میں علم حقائق کی تھی درخشانی
فرغ پاتا ہو جس سے کمال انسانی
وہ نور تھا جو حقیقت میں نور نیردانی
وہ نور ظلمتِ اولیٰ م جو مٹا کے بڑھا
جہاں کو جلوہ توحید سے جگا کے بڑھا

(۲۳۴)

وہ تابش ضیائیٰ برق وہ جلوے
وہ نور ارض و سما جس سے جگا اُٹھے
شیوخ و قوم جنہیں جھک کے سجد کرتے تھے
وہ اسکے سامنے خود گر کے سر بسجود ہوئے
بہوں کو توڑ کے انساں کو باشعور کیا
دل و جبین سے جہالت کا داغ دور کیا

(۲۳۵)

نبی کے سایہ رحمت میں تھی ضیاء کی صفت
بڑھی رسول کے پہلو میں نور کی طلعت
فرغ صدق سے چکی حجاز کی قسمت
اسی سے خیر ہوئی چشم بدشب ہجرت
نبی کے فرش پر برق و فاعل چمکتی رہی
چمک سے چشم ضلالت نگر جھپکتی رہی

(۲۴۶)

اسی کی تاب کی تھی سیفِ لافقی میں چمک زمین بن گئی جسکی ضیاء سے شکِ فلک
تھی ذوالفقار کی تابش کہ برق کی چمک ہوا زمیں پہ زمانے کو آسمان کا شک
چمک سے چھایا اندھیرا جو چشمِ باطل میں
نگاہ مل گئی اس برق کے مقابل میں

(۲۴۷)

اُحد میں نور و فارقِ آزا کے بڑھا سوا ظلم کو اعزاب میں مٹا کے بڑھا
غورِ اہلِ ستم خاک میں ملا کے بڑھا تجلیاتِ الہی سے فصیح پا کے بڑھا
فرازِ دوشِ نبوت پہ یوں بلند ہوا
شعابِ شرک خود اس نور کا پسند ہوا

(۲۴۸)

علوم و عقل اسی نور کے ہیں پڑانے چمک ہے میں اسی سے کتب کے پیمانے
اسی کے سبب افکار میں ہیں دردانے یہی وہ نور ہے پایا جو طورِ سینا نے
یہی ہو رفعتِ عرفان و منزلِ عرفان
یہی وہ جلوہ ہے کیسے جسے دلِ عرفان

(۲۴۹)

محلِ صبر و شہادت ہو منزلِ عرفان علوِ عزم و شجاعت ہو منزلِ عرفان
سمو جو د و عدالت ہو منزلِ عرفان شعارِ صدق کی رفعت ہو منزلِ عرفان
علی سے پوچھیے کیا رتبہ اس مقام کا ہو
یہ ہر وہ مرتبہ جو مرتبہ امام کا ہو

(۲۵۰)

ہنال گلشنِ تسلیم و ارتضا ہے شہید مثالِ ارفع و اعلیٰ ارتقا ہے شہید
کمالِ صبرِ جمالِ رخِ وفا ہے شہید جلالتِ صفتِ شانِ کبریا ہے شہید
جہاں میں شانِ شہادت ہو معرفت کی گواہ
ضیاءِ معرفت حق ہے منزلت کی گواہ

(۲۵۱)

امامِ نیرِ عرفان، شہیدِ راہِ وفا شہیدِ رسمِ مواساتِ لطفِ جود و سخا
شہیدِ مسلکِ عدل و شہیدِ صدق و صفا شہیدِ دینِ خدا و نبیؐ، ابوالشہداء
عجیبِ شان ہو آج اور کیا جلالت ہو
علی کا رخ سوئے عرفان کہ شہادت ہو

(۲۵۲)

وہ انکسار کہ جس پر نثار شوکت کے وہ شان جس پہ فدا کائنات کی ہر شے
ابو ترابِ حق جو کر رہے ہیں طے زمین پائے مبارک سے لپٹی جاتی ہے
یہ عزم اور شہادت کی راہ کیا کہنا
شہیدِ حق نہ گیتی پناہ کیا کہنا

(۲۵۳)

ہوئے جو داخلِ مسجد امامِ عرش مقام کیا ادبِ شہادت نے مرتضیٰ کو سلام
بقا خود آئی لیے ہاتھ میں حیات کا جام علی کی جان بنی رُوحِ پیکرِ اسلام
قدم کی خاک رُخِ زندگی کا غارِ بنی
بقا فنا میں تڑپ کر حیاتِ تازہ بنی

(۲۵۴)

غروب ہونے کو ہو آفتابِ عدل و کرم نبی کی قبر لرزتی ہے کا پتا ہے حرم
فرازِ عرش پہ گریاں ہیں سرورِ عالم سیاہ پوش ہو دنیا پہرِ غم سے ہے خم
یہ ہو قریب کہ مسموم ہو حیاتِ بشر
ہو غرقِ موجہِ خوں کشتیِ نجاتِ بشر

(۲۵۵)

جھکی جو سجدہ حق میں حسین شاہِ اُمم جس کے ساتھ ہوا بڑھ کے خمِ سرِ عالم
دل و جود پہ طاری ہوا وہ عالمِ غم محیطِ جاں سے اٹھا شورِ نوحہ و ماتم
شہیدِ سجد میں ایذائے ضربِ نہ کے جھکا
امامِ فُزرت و ربی زباں سے کہہ کے جھکا

(۲۵۶)

ہماری جانیں فدا تجھ پہ اے شہِ خوشنود یہ غرقِ خوں رُخ و گیسو ہو بھرے ابرو
ہو جائے سجدہ و محراب پر یہ تیرا ہو نثار تو بآبی انت اے امامِ نگو
لہے گی دل میں یہ حسرتِ شرف یہ پالیتا
ترے پسینے پہ اپنا ہو ہنسا دیتا

(۲۵۷)

رہیں محنتِ آلامِ السلام علیک طیبِ جاں لبِ اہامِ السلام علیک
حکیمِ ماحیِ اصنامِ السلام علیک امامِ برحقِ اسلامِ السلام علیک
”خدا چو صورتِ ابروئے دلکشائے تو بست“
”کشاد کاہِ جہاں در اشارہ ہائے تو بست“

حواشی متعلق مسدس موع و نوج

صفحہ	بند	مصرع	کیفیت
۱۵	۵	۶	مصرع حافظ
۱۶	۸	۶-۵	شعر جلال الدین الجنی رومی
۲۶	۳۸	۶-۵	قال عمر بن الخطاب: كانت بيعة أبي بكر فلنته وفي الله المسلمين شرها (ملاحظہ ہو "علی ونبوہ" صفحہ ۶. تصنیف طہ حسین۔ طبع و نشر دار المعارف مصر)
۳۷	۷۰	۶-۵	شعر نظیری
۲۹	۷۸	۶	حالت نماز میں جب علی بن ابی طالب ضرب شمشیر سے زخمی ہوئے تو زبان پر یہی کلمات جاری کیے۔ "خزت و رجبی" یعنی بجز امین کامیاب ہوا۔
۴۷	۱۰۲	۱	قال عمر بن الخطاب: - كانت بيعة أبي بكر فلنته وفي الله المسلمين شرها (حوالہ اوپر ج کیا جا چکا ہے)
۵۰	۱۱۰	۶-۵	شعر حافظ
۵۳	۱۱۷	۲-۱	سدھا رتا گوتا بودھا

صفحہ	بند	مصرع	کیفیت
۵۳	۱۱۷	۴-۳	سستراط
۵۳	۱۱۷	۶-۵	عمیس بن مریم المسج
۵۳	۱۱۸		رحمۃ للعالمین محمد بن عبد اللہ
۵۳	۱۱۹		الامام علی بن ابی طالب
۵۶	۱۲۸	۲	قال علی بن ابی طالب: ولوثنت لی وسادة فجلست علیها لحکمت فی اهل التوراة یوراشتم وفی اهل الانجیل بالنجیلهم وفی اهل القرآن بقدر انهم حتی ترکت کل کتاب ینطق من نفسه: لقد صدق علی۔
۵۸	۱۳۳	۱	الفتنة الکبری: عثمان، تصنیف طہ حسین صفحہ ۱۴۹ ۱۵۰۔ اور دیگر کتب۔
۶۹	۱۶۵		جنگ جل ناکشیں یعنی عہد شکنوں سے تھی لیکن جنگ عسفی قاسطین (یعنی ظالموں اور اہل باطل) سے تھی۔ علی بن ابی طالب اول الذکر گروہ کو معاف کر سکتے تھے لیکن آخر الذکر گروہ کو اصول عدالت کے تحت کسی صورت میں لائق عفو و گذشت نہیں قرار دے سکتے تھے۔
۷۵	۱۸۴	۶ (اقبال)	عزیز و سادہ و رنگیں ہوا دستان حرم

صفحہ	بند	مصرع	کیفیت
۸۹۸۶	۲۲۱۷	مبدلہ سابق	نہایت اس کی حسین، ابتدا ہی سمفیل (اقبال) خوارج کا تذکرہ ہے جو تمام مستند تواریخ سے ثابت ہے اور جس پر تمام فرق کے مورخین گواہ ہیں اور متفق ہیں کہ ان کے افعال نہ محض مناقض ہی تھے بلکہ تمام حسد لاتی خرابیوں کا مجموعہ تھے۔ بقول غالب: ہر چند سبک دست ہوئے بُت شکنی میں ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہو سنگ گراں اور قال علی بن ابی طالب "ما رأیت نعمة موفورة الا وانی جابئها حق مضیع" ص ۱۲۱ الامام علی صوت العدالة الانسانية دفع الحاجة. تالیف جورج جرداق (لبنانی) ترجمہ:- علی ابن ابی طالب نے فرمایا "میں نے کبھی دریافت نہیں دیکھی، لیکن یہ کہ اسی کے پہلو میں ضائع شدہ حق نظر آیا۔" قال علی ابن ابی طالب "ما جاع فقیر الا بما متع به غنی" صوت العدالة الانسانية ص ۱۲۲ ترجمہ:- علی ابن ابی طالب نے فرمایا: "کوئی فقیر
۹۲	۲۳۶		
۹۳	۲۲۷		

صفحہ	بند	مصرع	کیفیت
۹۳	۲۳۸		بھوکا نہیں رہا۔ لیکن اس سبب سے جس سے کسی غنی نے فائدہ اٹھایا۔" قال علی بن ابی طالب: "أُقنع من نفسي بأن يقال "امير المؤمنين" ولا أشارككم مكاداة الدهر" ص ۷۰ صوت العدالة الانسانية الحاق العظم شعر حافظ:- خدا چو صورت ابروئے دل کشائے تو بیت کشاد کار من اندر کر شمرہ بائے تو بیت حافظ شیرازی کے اس شعر کو بنیادیت محل ضرر منزلت ممدوح ذرا سا تغیر دے کر یوں تقنین کیا ہے۔ خدا چو صورت ابروئے دل کشائے تو بیت کشاد کار جہاں در اشارہ ہائے تو بیت
۹۹	۲۵۷	۶۰۵	

(سفر از قوچی پریس بکنت)